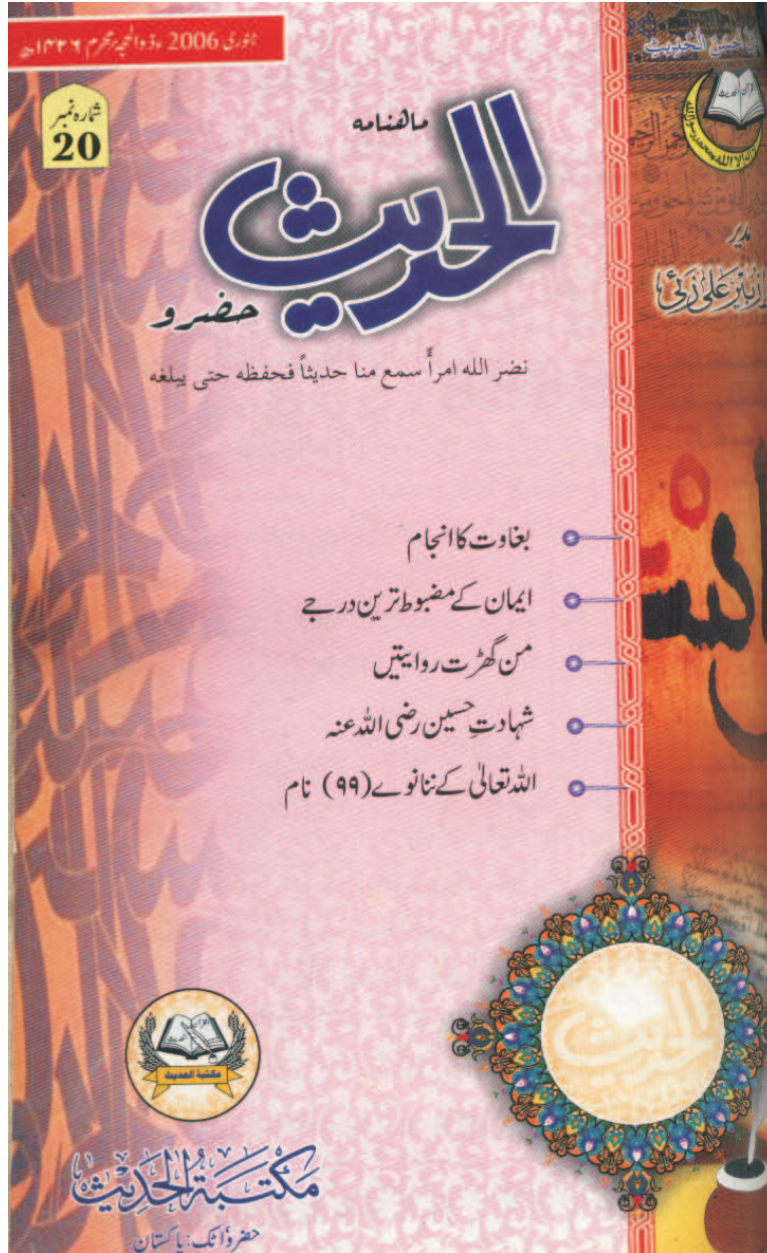


MAKTABA TUL HADITH HAZRO

By Alhadith at 11:54:46 PM, 2/25/2015



فضل اکبر کاشمیری

کلمۃ الحديث

ذلک یوم التغابن

دین اسلام کی اساس تین بنیادی عقائد پر رکھی گئی ہے۔ توحید، رسالت اور آخرت۔ یہ تینوں عقائد باہم مربوط ہیں۔ مالک کائنات نے اپنے برگزیدہ انبیاء کو مبعوث فرمایا کہ وہ لوگوں کو اللہ کی توحید سمجھادیں تاکہ کل قیامت کے دن اللہ کے بندے عذاب الہی سے بچ کر جنتوں کے مالک بن جائیں۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مکی سورتوں میں بالعموم عقائد کی بحث کی گئی ہے جبکہ مدنی سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے احکام و مسائل بیان فرمائے ہیں۔ مکی دور میں عقائد کی اصلاح کرنا اور ایمانیات کو انسانوں کے دلوں میں پیوست کرنا مقصود تھا۔ انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں مختلف تھیں لیکن عقائد پر سب کا اتفاق تھا۔

عقیدہ آخرت دین اسلام کا ایک اہم عقیدہ ہے۔ جس قدر آخرت پر ایمان پختہ ہوگا اتنا ہی اعمال میں نکھار ہوگا۔ فکر آخرت ہی زندگی گزارنے پر آمادہ کرتی ہے۔ آخرت کے غم نے نبی کریم ﷺ کو بوڑھا کر دیا تھا۔ اللہ کریم نے اپنی کتاب میں اس یوم آخرت کو متعدد ناموں سے موسوم کر کے بار بار اس کی ہولناکی سے ڈرایا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ”کثرة الأسماء تدل علی شرف المسمى وفضله و مجده“ ناموں کی کثرت مسمی کے شرف، فضیلت اور بزرگی پر دلالت کرتی ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ ایک عظیم الشان دن ہوگا۔ وہاں کی جیت ہمیشہ کی جیت ہوگی اور وہاں کی ہار ہمیشہ کی ہار ہوگی۔ یہ کامیابی اور ناکامی کا اصل معیار ہے۔ اللہ نے قرآن کی نازل کردہ آخری آیت (البقرة: ۲۸۱) میں بھی بنی نوع انسان کی توجہ اسی دن کی طرف مبذول کرا کے اس کا خوف دلایا ہے۔ وہاں انسانوں کی نجات صرف ایمان خالص اور اعمال صالحہ پر موقوف ہوگی۔ صحابہ کرام صحیح معنوں میں اس حقیقت کو سمجھ گئے تھے انہوں نے دنیا کے بدلے میں آخرت کا سودا کر لیا تھا۔ انہوں نے اپنے مفادات اور خواہشات کو دبا کر اللہ کے دین کو مقدم کیا۔

ہمارے اسلاف نے اپنی زندگیاں اسلام کے لئے وقف کر دی تھیں، آخرت اُن کی نگاہوں کے سامنے تھی۔ انہوں نے قرآن وحدیث کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا تھا۔ اسی لئے عزت، رفعت اور کامرانی اُن کا مقدر بنی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اے ہمارے رب! ہمیں وہ سب عطا فرما جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعہ کیا ہے اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا، بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اے اللہ ہمیں ہمیشہ کتاب وسنت پر ثابت قدم رکھ اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرما۔ آمین

ایمان کے مضبوط ترین درجے

أضواء المصباح فی تحقیق مشکوٰۃ المصابیح

(۳۲) وعن أبي ذر قال قال رسول الله ﷺ : أفضل الأعمال الحب في الله والبغض

في الله، رواه أبو داود.

(سیدنا) ابو ذر (جندب بن جنادہ الغفاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال میں

سب سے افضل عمل، اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے بغض ہے (ابوداؤد: ۴۵۹۹)

تحقیق الحدیث:

اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

۱: یزید بن ابی زیاد الباشمی الکوفی ضعیف (راوی) ہے، دیکھئے تقریب التہذیب (۷۷۱/۷) وسوالات البرقانی

للدارقطنی (۵۶۱) وتفسیر ابن کثیر (۱۱۶/۲، ۹۸/۲) ومجمع الزوائد (۷/۵) والکلی لابن حزم (۴۸۴/۷)

احمد بن ابی بکر البوصیری (متوفی ۸۴۰ھ) نے کہا: ”ضعفه الجمهور“ اور جمہور نے اسے ضعیف کہا۔

(زوائد سنن ابن ماجہ: ۲۱۱۶)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”ضعیف الحدیث“ وہ حدیث میں ضعیف ہے (اکمال لابن عدی ۷/۲۹۷)

والنسبة المحققة ۶۳/۹ وسندہ صحیح)

۲: یزید بن ابی زیاد مدلس ہے، دیکھئے طبقات المدلسین لابن حجر (۳/۱۱۲) وجامع التحصیل للعلانی (ص ۱۱۲)

والمدلسین لابن زرعة ابن العراقي (۷۴) والمدلسین للسيوطی (۶۷)

یہ روایت ”عن“ سے ہے، سماع کی تصریح موجود نہیں ہے۔ اگر مدلس راوی، غیر صحیحین میں عن سے روایت

کرے تو یہ روایت ضعیف ہوتی ہے۔ دیکھئے شرح صحیح مسلم للنووی (درسی نسخہ ج ۱ ص ۳۱، ۳۲ تحت ح ۱۵)

۳: یزید بن ابی زیاد کا حافظ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا، وہ اختلاط کا شکار ہو چکا تھا دیکھئے سنن الدارقطنی (۲۹۴/۱)

ح ۱۱۸) والمجر وحین لابن حبان (۱۰۰/۳)

اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ خالد بن عبد اللہ اور یزید بن عطاء (لین الحدیث) نے یزید بن ابی زیاد کے

اختلاط سے پہلے اس سے احادیث سنی ہیں لہذا یہ سند اختلاط کی وجہ سے بھی ضعیف ہے۔

☆ یزید بن عطاء (ضعیف) عن یزید بن ابی زیاد والی روایت مسند احمد میں ہے (دیکھئے ۱۴۶/۵ ح ۳۰۳ ۲۱۳۰ بلفظ: إن

أحب الأعمال إلى الله

۴: اس روایت میں ”رجل“ راوی مجہول ہے، لہذا یہ سند چار وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔

شواہد کی بحث و تحقیق

۱: لیث (بن ابی سلیم) عن عمرو بن مرة عن معاوية بن سويد بن مقرن عن البراء بن عازب (عن رسول الله ﷺ) قال: ”إن أوثق عرى الإيمان أن تحب في الله وتبغض في الله“
(مسند احمد ۲۸۶/۴ ح ۸۵۲۲ و مسند الطيالسي ۷۷: ۷۷ و شعب الإيمان للبيهقي ۱۴۰: ۱۴۰ و التمهيد لابن عبد البر ۴/۱۳۱ ح ۲۳۱)
یہ سند ضعیف ہے، لیث بن ابی سلیم کو جمہور (محدثین) نے ضعیف کہا ہے، دیکھئے زوائد ابن ماجہ للبوصری (۲۳۰)
قال: وقد ضعفه الجمهور وهو مدلس

مصنف ابن ابی شیبہ (۲۲۹/۱۳، ۴۱/۱۱) و کتاب الإيمان لابن ابی شیبہ (۱۱۰) میں اسی سند سے معاویہ بن سويد کا واسطہ گر گیا ہے، یہ سند بھی لیث کی وجہ سے ضعیف ہے، شعب الإيمان (۱۳) میں لیث سے مروی ایک دوسری ضعیف سند بھی ہے۔

۲: کتاب الزهد للإمام وکیع (۳۲۹ ح ۶۰۰/۲) میں ایک مرسل روایت ہے جس کا راوی ابوسعید الکوفی مجہول الحال ہے۔ اگر یہ راوی ثقہ بھی ہوتا تو بھی یہ سند مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۳: عن معاذ بن جبل رضي الله عنه (دیکھئے مسند احمد ۲۴۷/۴ ح ۲۴۷) اس میں زبان بن فائد ضعیف ہے، دیکھئے تقریب التہذیب (۱۹۸۵)

۴: عن عبد الله بن عباس رضي الله عنه (المعجم الكبير للطبراني ۲۱۵/۱۱ ح ۱۱۵۳۷ و شرح السنة للبغوي ۱۳/۵۳، ۵۴ ح ۳۴۶۸)

اس کی سند حنشل یعنی حسین بن قیس الرجبی کی وجہ سے ضعیف ہے، دیکھئے تقریب التہذیب (۱۳۴۲) و قال: متروک

۵: عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه (الحاکم فی المستدرک ۲۸۰/۲ ح ۳۷۹۰، والطالسي في مسنده: ۳۷۸ و الطبراني في الكبير ۲۱۰/۲ ح ۵۳۱۰ و الأوسط ۲۴۱/۵ ح ۲۴۱ و الصغير ۳۲۴/۲ ح ۶۱۲ و ابن عبد البر في التمهيد ۴/۱۳۰ ح ۲۳۰)

من طريق عقيل بن يحيى الجعدي عن أبي إسحاق السبيعي عن سويد بن غفلة عن ابن مسعود به إلخ عقيل الجعدي: منكر الحديث ہے (دیکھئے کتاب الضعفاء للجاری: ۲۹۲ تحقیقی) اور ابواسحاق السبیعی مدلس ہے (دیکھئے طبقات المدلسین ۳۹۱/۳ و صحیح ابن حبان ۶۱/۱۱ و نسخہ محققہ) المعجم الكبير (۱۰/۲۱۱، ۲۱۲ ح ۱۰۳۵۷) میں اس کی ایک دوسری سند بھی ہے۔

”حدثنا إسحاق بن إبراهيم أبي حسان الأنماطي: ثنا هشام بن عمار: ثنا الوليد بن مسلم:

حدثني بكير بن معروف عن مقاتل بن حيان عن القاسم بن عبد الرحمن عن أبيه عن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ: يا ابن مسعود، قلت: لبيك ثلاثاً، قال: هل تدرون أي عرى الإيمان أوثق؟ قلت: الله ورسوله أعلم، قال: الولاية في الله والحب في الله والبغض في الله “ إلخ اس روایت کے ایک راوی ولید بن مسلم مدلس تھے، آپ تدلیس تسویہ کرتے تھے (دیکھئے تقریب التہذیب: ۷۴۶) تدلیس تسویہ کرنے والے راوی کی صرف وہی روایت مقبول ہوتی ہے جس میں وہ آخر تک سماع مسلسل کی تصریح کرے۔ اس روایت میں سماع مسلسل کی تصریح نہیں ہے۔

ہشام بن عمار آخری عمر میں کچھ تغیر (اختلاط) کا شکار ہو گئے تھے (دیکھئے الکواکب النیرات فی معرفۃ من اختلط من الرواة الثقات ص ۸۴) اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ اسحاق الانماطی نے ان سے اختلاط سے پہلے احادیث سنی تھیں، لہذا یہ سند بھی ضعیف ہے۔

۶: عن عمرو بن الجوح رضي الله عنه (مسند احمد ۳/۴۳۰)

اس کی سند ضعیف ہے، رشیدین بن سعد ضعیف ہے دیکھئے تقریب التہذیب (۱۹۴۲) اور سند منقطع ہے۔ ابو منصور کی عمرو بن الجوح سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

۷: عن معاذ بن انس الجعفی رضي الله عنه (مسند احمد ۳/۴۳۸)

اس کی سند ضعیف ہے، زبان بن فائد ضعیف ہے دیکھئے شاہد نمبر ۳

☆ وعنه قال قال رسول الله ﷺ: ”من أعطى الله تعالى ومنع الله وأبغض لله وأنكح لله فقد استكمل إيمانه“ جو اللہ کے لئے (مال) دے اور اللہ کے لئے روک دے، اللہ کے لئے محبت کرے اور اللہ کے لئے بغض رکھے، اور اللہ کے لئے نکاح کروائے تو اس کا ایمان مکمل ہے (مسند احمد ۳/۴۴۰ ح ۱۵۷۲۳ واللفظ له وسنن الترمذی: ۲۵۲۱ وقال: ”هذا حديث منكر“ اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے، منکر نہیں ہے لیکن اسے حدیث مشکوۃ کا شاہد بنانا صحیح نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ روایت مذکورہ ”أفضل الأعمال“ إلخ اپنے تمام شواہد قریبہ وشواہد بعیدہ کے ساتھ ضعیف ہی ہے، حسن نہیں ہے۔ لہذا بعض علماء کا اسے حسن قرار دینا غلط ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ حسن لغیرہ روایت بذات خود حجت نہیں ہوتی بلکہ ضعیف ہی رہتی ہے۔

فائدہ: اس روایت کے ضعیف ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ روایت مذکورہ میں جو مسئلہ بیان کیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ صحیح روایت سے یہ ثابت ہے کہ اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے بغض ایمان میں سے ہے، دیکھئے أضواء المصابیح (ج ۳۰) امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”حدثنا ابن نمير عن مالک بن مغول عن زبيد عن

ہے جو اللہ کی اطاعت کرنے میں، اپنے نفس سے جہاد کرے اور مہاجر وہ ہے جو غلطیوں اور گناہوں سے دوری اختیار کرے (شعب الایمان: ۱۱۲۳)

تحقیق الحديث

اس روایت کی سند صحیح ہے، اسے ابن ماجہ (۳۹۳۴) اور احمد بن حنبل (۲۴۴۵۸ ج ۲/۶) نے بھی روایت کیا ہے، اسے ابن حبان اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے دیکھئے حدیث سابق (۳۳)
اس کا راوی ابو ہانی حمید بن ہانی ثقہ و صدوق ہے۔ والحمد للہ

فقہ الحديث

۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف کفار سے جنگ کرنا ہی جہاد نہیں ہے بلکہ نفس کو اللہ و رسول کی اطاعت اور کتاب و سنت پر لگائے رکھنا بھی جہاد ہے۔ دُور کے کفار کی بہ نسبت اپنے نفس سے جہاد کرنا بڑا مشکل ہے۔ کفار سے تو بعض اوقات آمنا سامنا ہوتا ہے جبکہ نفس ہر وقت آدمی سے برسرِ پیکار رہتا ہے۔ نفس یہی کہتا ہے کہ گرم بستر میں سوئے رہو ابھی بڑا وقت ہے، نماز پڑھ لیں گے۔ نفس کہتا ہے کہ مال و دولت کو خوب گن گن کر تجوریوں میں رکھو، اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرنا ورنہ مال کم ہو جائے گا اور تم فقیر و محتاج ہو جاؤ گے وغیرہ وغیرہ، خوش قسمت ہے وہ مجاہد جو اپنے نفس سے جہاد کر کے ہر وقت کتاب و سنت پر عمل کر کے اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ دیکھئے مراۃ المفاتیح (ج ۱ ص ۱۰۴)

۲۔ جو شخص دار الکفر سے ہجرت کر کے دار الاسلام آجائے اور پھر کتاب و سنت کی مخالفت اور قوم پرستی میں دن رات مصروف رہے، وہ اپنے آپ کو مہاجر نہ سمجھے۔ مہاجر حقیقی تو وہ شخص ہے جو گناہوں اور نافرمانیوں سے مسلسل بچتا رہتا ہے، تو بہ کرتا ہے اور دن رات کتاب و سنت پر عمل کرتا اور کرواتا رہتا ہے۔

۳۔ مسند احمد میں اس کی صراحت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ حدیث مبارک حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمائی تھی (۲۱/۶ و سندہ صحیح)

۴۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے۔ شیخ عبدالحسن العباد الممدنی فرماتے ہیں: ”اسلام اور ایمان کے الفاظ اگر اکٹھے ذکر کئے جائیں تو ان کے معنی میں فرق ہوتا ہے.... اسلام، اللہ کے لئے سر تسلیم خم کر دینے اور فرماں برداری کا نام ہے۔ ایمان کی تفسیر باطنی امور سے کی گئی ہے اور یہ اس کے معنی سے مناسب ہے۔ (دل، زبان اور عمل سے) تصدیق و اقرار کو ایمان کہتے ہیں۔ جب اسلام اور ایمان کا مفرداً (علیحدہ علیحدہ) ذکر کیا جائے تو ظاہری و باطنی امور کے دونوں معنی مراد ہوتے ہیں۔“ (شرح حدیث جبریل، عربی ص ۱۷، اردو مترجم لہجہ الحروف ص ۲۴)

(۳۵) وعن أنس رضي الله عنه قال: قلما خطبنا رسول الله ﷺ إلا قال: لا إيمان لمن لا أمانة له،

ولا دين لمن لا عهد له، رواه البيهقي في شعب الإيمان
(سیدنا) انس (بن مالک) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (عام طور پر) رسول اللہ ﷺ ہمیں جو بھی خطبہ دیتے تو (اس میں) یہ ارشاد فرماتے: جس کی امانت نہیں اس کا ایمان نہیں، اور جس کا عہد (ومعاہدہ) نہیں اس کا دین نہیں، اسے بیہقی نے شعب الايمان (۴۳۵۴) میں روایت کیا ہے۔

تحقیق الحديث

اسے بیہقی (السنن الکبریٰ ۶/۲۸۸، ۹۳۱ شعب الايمان) واحمد (۱۳۵/۳ ح ۱۲۳۸۳) وابن ابی شیبہ (۱۱/۱۱) وعبد بن حمید (المنتخب: ۱۱۹۸) والبعوی فی شرح السنۃ (۵/۱ ح ۳۸) وقال: هذا حديث حسن (وغیر ہم نے ابو ہلال محمد بن سلیم الراسی عن قتادة عن انس رضي الله عنه کی سند سے روایت کیا ہے۔ یہ سند دو وجہ سے ضعیف ہے (۱) قتادہ مدلس ہیں [طبقات المدلسین لابن حجر ۳/۹۲، المرتبة الثالثة] اور یہ سند معنعن (عن سے) ہے (۲) ابو ہلال الراسی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے۔

تتمیہ: راقم الحروف نے جزء رفع الیدین کی تحقیق میں لکھا ہے کہ: ”ابو ہلال محمد بن سلیم الراسی البصری کے بارے میں راجح یہی ہے کہ وہ حسن الحديث ہے۔ واللہ اعلم“ (ص ۵۵ تحت ح ۳۰) یہ تحقیق غلط ہے، صحیح یہی ہے کہ ابو ہلال مذکور ضعیف ہے لہذا جزء والی عبارت کی اصلاح کر لی جائے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ جزء والی روایت سابقہ شاہد (جزء رفع الیدین: ۲۹) کی زو سے حسن ہے۔ والحمد للہ

اب روایت مذکورہ کے چند شاہد کی مختصر تجزیہ پیش خدمت ہے:

۱۔ المغيرة بن زياد الثقفي عن أنس رضي الله عنه إلخ (مسند احمد ۳/۲۵۱ ح ۱۱۳۶۳) مغیرہ بن زیاد مجہول الحال ہے دیکھئے تعجیل المنفعة (ص ۴۱۰) وزبدة تعجیل المنفعة (للشیخ ابی الاشبال صغیر احمد شاغف بہاری المکی ص ۱۱۸) لہذا یہ سند ضعیف ہے۔

۲۔ مؤمل بن إسما عیل عن حماد بن سلمة عن ثابت عن أنس رضي الله عنه إلخ (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۹۴ وسندہ صحیح)

مؤمل بن اسماعیل جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق ہے لہذا اُس کی بیان کردہ حدیث حسن کے درجہ سے نہیں گرتی، باقی سند صحیح لذاتہ ہے۔

۳۔ سنن ابن سعد الکندی عن أنس بن مالک أن النبی ﷺ قال: ”لا إيمان لمن لا أمانة له“ إلخ (صحیح ابن خزیمہ ۴/۵۱۱ ح ۳۳۳۵ وسندہ حسن)
اس کا راوی سنان بن سعد جمہور کے نزدیک موثق اور حسن الحديث ہے۔

درج بالا روایت ان دونوں شواہد (۳، ۲) کے ساتھ حسن (صحیح) ہے۔ والحمد للہ

فقہ الحديث

۱۔ معلوم ہوا کہ جس شخص میں امانت اور عہد سرے سے موجود نہیں ہے۔ وہ ہر شخص کے ساتھ بلکہ اللہ و رسول کے ساتھ بھی خیانت اور بد عہدی ہی کرتا رہتا ہے تو ایسے شخص کا کوئی ایمان اور دین نہیں ہے۔ جو شخص بعض لوگوں کے ساتھ امانت اور پابندی عہد پر عمل کرتا ہے اور بعض کے ساتھ خیانت اور وعدہ خلافی کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ ”لا ایمان“ اور ”لا دین“ کا مخاطب نہیں ہے بلکہ اس کی مذمت کے لئے دوسرے دلائل ہیں۔ ایسا شخص فاسق و فاجر اور ناقص الایمان ہے جبکہ اول الذکر شخص میں ایمان سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔

۲۔ اگر اسم نکرہ پر ”لا“ داخل ہو کر اسے نصب دے تو جس کی نفی مراد ہوتی ہے دیکھئے قطر الندی وبل الصدی (ص ۲۹۹) واکافیۃ فی النحو (ص ۱۱۵) لہذا اس حدیث میں ایمان، امانت، دین اور عہد سب کی نفی جنس مراد ہے۔ بعض لوگ اسے نفی کمال پر محمول کرتے ہیں، اُن کا قول قواعد نحو کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔ واللہ اعلم

سات آدمی اور اللہ کی عبادت

۱: من عبد الله تعالى بالحب والرجاء والخوف والإخلاص ومتابعة السنة فهو موحد سني، جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت، محبت، خوف، اخلاص اور متابعت سنت کے ساتھ کی وہ موحد سنی ہے۔

۲: من عبد غير الله تعالى فهو مشرك، جس نے غیر اللہ کی عبادت کی وہ مشرک ہے۔

۳: من عبد الله بالحب وحده، لا رجاء الجنة ولا خوف من النار كالصوفية القائلين: ”لا مقصود إلا الله“ فهو زنديق، جس نے اللہ کی عبادت صرف محبت کے ساتھ کی، نہ جنت کی امید اور نہ جہنم کا ڈر جیسے کہ صوفیہ کہتے ہیں: ”اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں“ تو وہ شخص زندقہ ہے۔

۴: ومن عبد الله بالرجاء وحده فهو مرجي، اور جس نے اللہ کی عبادت صرف امید کے ساتھ کی تو یہ شخص مرجی ہے۔

۵: ومن عبد الله بالخوف وحده فهو حروري خارجي، اور جس نے اللہ کی عبادت صرف خوف کے ساتھ کی تو وہ شخص حروری خارجی ہے۔

۶: ومن عبد الله بدون الاخلاص فهو منافق مراء، اور جس نے اللہ کی عبادت بغیر اخلاص کے کی تو وہ شخص منافق ریاکار ہے۔

۷: ومن عبد الله بدون اتباع السنة فهو متباعد راءب ضال، اور جس نے اللہ کی عبادت، اتباع سنت کے بغیر کی تو وہ شخص بدعتی، راہب (اور) گمراہ ہے۔ (جھوٹے علماء الحنفیہ فی ابطال اعتقاد القبولیہ ج ۱ ص ۳۵۰، ۳۵۱)

ڈاکٹر شمس الدین الافغانی السلفی رحمہ اللہ

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

سوال و جواب / تخریج الأحادیث

من گھڑت روایتیں

”محترم جناب حافظ زبیر علی زئی صاحب، السلام علیکم، خیریت بخیریت۔ ایک سوال کا جواب مطلوب ہے۔ مولانا عبدالسلام ہستوی نے اسلامی خطبات ”خطبہ نمبر ۲۳۔ رج ص ۲۲۰“ معراج النبی (ﷺ) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے۔ اس کی تحقیق درکار ہے۔ اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ ”پھر مجھ کو نور میں پیوست کر دیا گیا اور ستر ہزار حجاب مجھ کو طے کرادیئے گئے کہ ان میں ایک حجاب دوسرے کے مشابہ نہ تھا، اور مجھ سے تمام انسانوں اور فرشتوں کی آہٹ منقطع ہوگئی، اس وقت مجھ کو وحشت ہوئی تو اس وقت پکارنے والے نے مجھ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لہجہ میں پکارا کہ ٹھہر جائیے، آپ کا رب صلوٰۃ میں مشغول ہے۔“ اور اس میں یہ بھی ہے کہ ”میں نے عرض کیا مجھ کو ان دو باتوں پر تعجب ہوا ایک تو یہ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے آگے بڑھ آئے اور دوسرا یہ کہ میرا رب صلوٰۃ سے بے نیاز ہے پھر ارشاد ہوا کہ اے محمد ﷺ یہ آیت پڑھو ”هو الذی یصلی علیکم“ تو میری صلوٰۃ سے مراد رحمت ہے آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے اور ابوبکر کی آواز کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے ایک فرشتہ ابوبکر کی آواز اور صورت کا پیدا کیا کہ آپ کو ان ہی کے لہجہ میں پکارے تاکہ آپ کی وحشت دور ہو۔ اور آپ کو ایسی ہیبت لاحق نہ ہو، جو آپ کے فہم مقصود سے مانع ہو۔ مواہب نے ابن غالب کے حوالہ سے ان روایات کو شفاء الصدور میں نقل کیا ہے۔“ (سائل۔ قاری نور الہی ادہوال تحصیل راولپنڈی) الجواب:

یہ روایت احمد بن محمد القسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ) کی کتاب ”المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ“ میں مذکور ہے (ج ۲ ص ۳۸۲، ۳۸۳) قسطلانی نے اسے ابوالحسن بن غالب (؟) سے نقل کیا ہے، ابوالحسن بن غالب (؟) نے اسے ابوالریج بن سبع السبئی (؟) کی کتاب ”شفاء الصدور“ سے نقل کیا ہے۔ ”شفاء الصدور“ کے بارے میں حاجی خلیفہ حلبی (متوفی ۱۰۶۷ھ) نے کسی صاحب ”مشارع الأشواق“ سے نقل کیا ہے کہ ”(وأودع) أحادیثہ عربیۃ عن الاسناد“ اور اس نے (اپنی کتاب میں) حدیثیں درج کی ہیں جو سندوں سے عاری ہیں۔ (كشف الظنون ج ۲ ص ۱۰۵۰)

یعنی یہ بے سند روایتوں والی کتاب ہے لہذا یہ روایت بھی بے سند ہونے کی وجہ سے مردود و بے اصل ہے۔
تنبیہ (۱): المواہب اللدنیہ میں بہت سی موضوع، بے اصل اور ضعیف روایات موجود ہیں مثلاً اسی کتاب کے صفحہ ۳۷۸ (ج ۲ واللفظ لہ) پر سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے بحوالہ دلائل النبوة للبیہقی (ج ۲ ص ۳۹۳، ۳۹۴) مروی ہے کہ: ”ثم صعدت إلى السماء السابعة فإذا إبراهيم الخليل ساند ظهره إلى البيت المعمور كما حسن الرجال و معه نفر من قومه..“ إلخ

اس روایت کی سند کا ایک راوی ابو ہارون عمارہ بن جوین العبدي ہے (دلائل النبوة ۳۹۰/۲) عمارہ بن جوین کے بارے میں امام حماد بن زید نے فرمایا: کان أبوہارون العبدي كذاباً إلخ (الجرح والتعديل ۳۶۲/۲ وسندہ صحیح) امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: أبوہارون العبدي غیر ثقة یکذب (سوالات ابن الجبیر: ۱) یعنی یہ راوی ضعیف، متروک اور جھوٹا تھا لہذا یہ روایت موضوع ہے۔

تنبیہ (۲): عبد السلام بستوی (متوفی ۱۳۹۴ھ) کی کتاب ”اسلامی خطبات“ میں بہت سی ضعیف، مردود، منکر اور موضوع روایات موجود ہیں مثلاً بستوی صاحب لکھتے ہیں کہ: ”طوبی للمخلصین اولئک مصابیح الہدی و تنجلی عنہم کل فتنۃ ظلماء (بیہقی) مبارک اور خوش خبری ہو، اخلاص والوں کے لئے جو ہدایت کے چراغ ہیں، ان ہی کے ذریعہ تمام سیاہ فتنے دور ہو جاتے ہیں (اسلامی خطبات ج ۱ ص ۱۵)

یہ روایت ”الترغیب والترہیب“ میں بحوالہ بیہقی (شعب الایمان: ۶۸۶۱) مذکور ہے (ج ۱ ص ۵۴ ح ۵) شیخ البانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۰ھ) لکھتے ہیں کہ: ”موضوع“ یہ روایت موضوع ہے (ضعیف الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۱۹ والسلسلۃ الضعیفۃ ج ۵ ص ۲۵۲ ح ۲۲۲۵)

اس حدیث کے راوی عبیدہ بن حسان کے بارے میں امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”کان ممن یروی الموضوعات عن الثقات“ وہ ثقہ راویوں سے موضوع روایتیں بیان کرتا تھا (کتاب الجرح وچین ج ۲ ص ۱۸۹) ابو حاتم الرازی نے کہا: منکر الحدیث (الجرح والتعديل ۹۲/۶) اس موضوع روایت کی سند پر مزید بحث کے لئے السلسلۃ الضعیفۃ دیکھیں۔

تنبیہ (۳): اس قسم کی غیر مستند کتابیں جن میں موضوع و بے اصل روایات بغیر سندوں کے لکھی ہوتی ہیں ان سے عوام الناس کو بچنا چاہئے، ان کے بغیر تحقیق مطالعے سے کلی اجتناب کرنا چاہئے۔ وما علینا إلا البلاغ (۵۔ اکتوبر ۲۰۰۵ء)

چند سوالات اور ان کے جوابات

”ابوقادہ کی طرف سے فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے نام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔ براہ مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں مفصل وضاحت کریں۔ جزاک اللہ خیراً

۱۔ کیا وضو اور غسل کے بعد کپڑے (تولیعہ وغیرہ) کا استعمال جائز ہے؟

۲۔ کیا نماز میں ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

۳۔ آئینہ دیکھتے وقت یہ دعائیہ کریم ﷺ سے ثابت ہے یا نہیں؟

اللَّهُمَّ كَمَا حَسَنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي

۴۔ کھانا کھاتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَىٰ بَرَكَاتِہِ (مستدرک حاکم) پڑھنا۔ اس کی سند کیسی ہے؟

۵۔ اذان کے الفاظ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سُنَّہِ کریم ﷺ پر درود بھیجنا چاہئے یا نہیں؟ کیا اذان کے بعد بھیجا جانے والا درود ان الفاظ کو سننے پر کفایت کرے گا یا نہیں؟

اثر: ثناء، ۱۳، رمضان المبارک ۱۴۲۶ ہجری: بوقت: مکان نمبر 254 بستی بلوچاں فروکہ ضلع سرگودھا 40040

وضو کے بعد اعضائے وضو پونچھنا

علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اما بعد:

جواب سوال نمبر ۱: محفوظ بن علقمہ سے روایت ہے کہ سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تو آپ نے اپنا اونی جبہ پلٹ کر اُس سے اپنا چہرہ پونچھ لیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۶۸، ۳۵۶۸)

محفوظ بن علقمہ کا سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔ اس کے باوجود بصیری نے اس روایت کو صحیح اور شیخ البانی نے ”حسن“ قرار دیا ہے۔!

عبید اللہ بن ابی بکر (تابعی) سے روایت ہے کہ انہوں نے (سیدنا) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا، آپ وضو کے بعد رومال سے اپنا چہرہ پونچھ کر صاف کرتے تھے (اللاوسط لابن المیزان ۴۱۵/۱ وسندہ حسن)

بشیر بن ابی مسعود رضی اللہ عنہ (وضو کے بعد) رومال کے ساتھ پونچھتے تھے (اللاوسط ۴۱۶/۱ وسندہ صحیح)

حسن بصری اور محمد بن سیرین دونوں وضو کے بعد رومال سے منہ پونچھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے (ابن ابی شیبہ ۱۴۸/۱، ۱۴۹ ح ۱۵۷ وسندہ صحیح)

الربیع بن عمیلہ اور ابوالاحوص دونوں وضو کے بعد پونچھتے تھے (ابن ابی شیبہ ۱۴۹ ح ۱۵۸ وسندہ حسن)

حسن بصری سے پوچھا گیا کہ کیا وضو کے بعد کپڑے سے منہ پونچھنا جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں، بشرطیکہ کپڑا پاک صاف ہو (ابن ابی شیبہ ۱۴۹ ح ۱۵۸ وسندہ صحیح)

اسود (تابعی مشہور) رومال سے پونچھتے تھے (ابن ابی شیبہ ۱۴۹ ح ۱۵۸ وسندہ صحیح)

امام زہری (تابعی) بھی اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے (ابن ابی شیبہ ۱۴۹ ح ۱۵۹۰ وسندہ صحیح)
بکر بن عبداللہ المزنی فرماتے تھے کہ: سردیوں میں (وضو کے اعضا) پونچھنے میں فائدہ ہوتا ہے۔
(ابن ابی شیبہ ۱۴۹ ح ۱۵۹۱ وسندہ صحیح)

امام احمد وضو کے بعد رومال کے استعمال کو جائز سمجھتے تھے (مسائل ابی داؤد ص ۱۲)
دوسری طرف عطاء بن ابی رباح (تابعی) ان رومالوں کو بدعت سمجھتے تھے (ابن ابی شیبہ ۱۵۰ ح ۱۵۹۶ وسندہ صحیح)
ابراہیم نخعی اور سعید بن جبیر دونوں وضو کے بعد رومال کا استعمال مکروہ سمجھتے تھے (ابن ابی شیبہ ۱۵۰ ح ۱۵۹۵ وسندہ صحیح)
سعید بن المسیب (تابعی) اسے مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ: (وضو کے قطروں کا) وزن ہوتا ہے۔
(ابن ابی شیبہ ۱۵۰ ح ۱۵۹۹ وسندہ حسن)

ان تمام آثارِ صحیحہ کو مد نظر رکھتے ہوئے عرض ہے کہ وضو کے بعد اعضائے وضو پونچھنا جائز اور مباح ہے، اس
میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ تاہم بہتر یہی ہے کہ نہ پونچھا جائے۔ واللہ اعلم

غسل کے بعد جسم پونچھنا

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس غسل کے بعد رومال لایا گیا مگر آپ نے اسے نہیں لیا اور
اس کے ساتھ جسم نہیں پونچھا (صحیح البخاری: ۲۵۹، ۲۷۶ صحیح مسلم: ۳۱۷ بالفاظ مختلفہ نحو المعنی)
بعض لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ غسل کے بعد جسم نہیں پونچھنا چاہئے۔ لیکن امام ابن
المنذر النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

”وہذا الخبر لا یوجب الحظر ذلک ولا المنع منه لأن النبی ﷺ لم یمنعہ، مع أن النبی ﷺ قد کان یدع الشیء المباح لئلا یشق علی أمتہ، من ذلک قوله لبني عبدالمطلب: لولا أن تغلبوا علی سقا یتکم لنزعت معکم“

اس حدیث سے (غسل کے بعد جسم خشک کرنے کی) ممانعت ثابت نہیں ہوتی اور نہ اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے کیونکہ
نبی ﷺ نے اس سے منع نہیں کیا۔ نبی ﷺ بعض اوقات ایک مباح چیز اس لئے چھوڑ دیتے تھے تاکہ امت پر تنگی نہ
ہو۔ اسی میں سے آپ کا وہ ارشاد بھی ہے جو آپ نے بنو عبدالمطلب سے فرمایا تھا: اگر مجھے یہ ڈرنے ہوتا کہ لوگ (میری
وجہ سے) بھیڑ کر کے تمہیں پانی نکالنے سے روک دیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ مل کر پانی نکالتا (الاوسط ۱۹۱)

امام احمد بن حنبل غسل کے بعد جسم پونچھنے کو جائز سمجھتے تھے (مسائل ابی داؤد ص ۱۲)
آثارِ صحابہ اور فہم سلف کو مد نظر رکھتے ہوئے عرض ہے کہ غسل کے بعد جسم نہ پونچھنا افضل ہے اور اگر پونچھ لیا جائے تو
جائز ہے۔ سردیوں میں جب بیماری کا خطرہ ہو تو پھر جسم پونچھنا بہتر ہے۔ واللہ اعلم

جواب سوال نمبر ۲: اس پر اجماع ہے کہ نماز میں باواز بلند ہونے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے دیکھئے الاوسط لابن المنذر (۴۹) اور اس میں اختلاف ہے کہ نماز میں باواز بلند ہونے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

اہل الرائے کا مسلک یہ ہے کہ وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اس بارے میں وہ ضعیف و موضوع روایات پیش کرتے ہیں۔ عبدالحی لکھنوی نے ایک رسالہ لکھا ہے ”الہسہسہ بنقض الوضوء بالقہقہۃ“ یہ ایسا رسالہ ہے جس پر بے اختیار ہنسنے کو جی چاہتا ہے کیونکہ مولف مذکور اپنے دعویٰ پر ایک صحیح یا حسن روایت پیش نہیں کر سکے ہیں۔ پھر بڑے سائز کے ایکس (۲۱) صفحات سیاہ کرنے کا کیا فائدہ؟

اس رسالے میں لکھنوی صاحب تمہید و اقوال کے بعد جو پہلی روایت لائے ہیں اُس میں ہشام بن حسان مدلس ہے۔ امام ابن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”وحدیث الضحک فی الصلوٰۃ و مرسل الزہری لیس بشی“ نماز میں ہنسنے (سے وضو ٹوٹنے) والی حدیث اور زہری کی مرسل روایت (دونوں) کچھ چیز نہیں ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۴۸/۱ و سند صحیح) اس ضعیف حدیث کے مقابلے میں سیدنا جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نماز میں ہنسنے سے وضو کے قائل نہیں تھے (السنن للدارقطنی ۴/۱۷۷ ح ۶۵۰ و سند صحیح)

عطاء بن ابی رباح فرماتے تھے کہ: ”ولیس علیہ وضو“ اور اس پر (دوبارہ) وضو نہیں ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۸۷/۱ ح ۳۹۱۳ و سند صحیح)

عروہ بن الزبیر بھی ہنسنے کی وجہ سے دوبارہ وضو کے قائل نہیں تھے (ابن ابی شیبہ ۳۸۷/۱ ح ۳۲۱۹ و سند صحیح) امام احمد آواز کے ساتھ ہنسنے سے دوبارہ وضو کے قائل نہیں تھے (مسائل ابی داؤد ۱۳ و مسائل ابن ہانی ۱/۷) امام شافعی بھی اس کے قائل تھے کہ ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا (کتاب الام ۲۱/۱) خلاصہ یہ کہ نماز میں آواز کے ساتھ ہنسنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے لیکن وضو نہیں ٹوٹتا۔

لطیفہ: ایک دفعہ امام شافعی رحمہ اللہ کے سامنے ایک شخص کا حسن بن زیاد اللؤلؤی سے مناظرہ ہوا تو اس نے پوچھا: جو شخص نماز میں قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تو اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ لؤلؤی نے کہا: نماز باطل ہوگئی۔ اور وضو بھی ٹوٹ گیا۔ اس شخص نے پوچھا کہ: آپ کا اس آدمی کے بارے میں کیا خیال ہے جو نماز میں کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے؟ لؤلؤی نے کہا: نماز فاسد ہوگئی۔۔۔ اور وضو برقرار ہے۔ وہ شخص بولا: آپ کے نزدیک نماز میں پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا نماز میں ہنسنے سے کم تر ہے؟ تو لؤلؤی اپنے جوتے لے کر اُٹھ کھڑا ہوا (اور بھاگ گیا) دیکھئے لسان المیزان (۲۰۸/۲) اور الحدیث حضور: ۱۶: ۳۳، ۳۲

جواب سوال نمبر ۳: یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ دیکھئے عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی (۱۶۳) تحقیق الشیخ سلیم الہلالی (عجالة الرغبة المتمنی ج ۱ ص ۲۱۷)

اس کا راوی الحسن بن ابی السری مٹروک، عبدالرحمن بن اسحاق الواسطی ضعیف اور نعمان بن سعد مجہول ہے۔
جواب سوال نمبر ۴: یہ روایت المستدرک للحاکم (۴/۱۰۷ ح ۸۰۸۳) میں موجود ہے۔ اسے حاکم اور ذہبی دونوں نے
صحیح کہا ہے لیکن اس کا راوی ابوجاہد عبداللہ بن کيسان المروزی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے لہذا یہ روایت ضعیف
ہے۔

جواب سوال نمبر ۵: صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اذان کے بعد درود پڑھنا چاہئے۔ اذان کے دوران میں درود پڑھنا
میرے علم کے مطابق ثابت نہیں ہے لہذا بہتر یہی ہے کہ اذان ختم ہوتے ہی درود پڑھا جائے۔ واللہ اعلم
(۱۶ رمضان ۱۴۲۶ھ)

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِي مَوْلَاهُ

”محترم حافظ زبیر علی زئی صاحب السلام علیکم دو حدیثوں کی تحقیق مطلوب ہے۔

۱۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِي مَوْلَاهُ

۲۔ أَنَا مَدِينَةُ عِلْمٍ وَعَلِيٌّ أَبُوبَا.

(کلیم حسین شاہ، راولپنڈی)

الجواب: علیکم السلام ورحمة اللہ

آپ کے سوالات کے مختصر جوابات درج ذیل ہیں:

۱۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِي مَوْلَاهُ

یہ حدیث بالکل صحیح اور متواتر ہے، دیکھئے ماہنامہ ”الحدیث“ حضور، ج ۲ شمارہ ۱۱: اعداد مسلسل: ۱۸ ص ۴۶

ونظم المتن اثر من الحدیث المتواتر ص ۲۰۶ حدیث: ۲۳۲، وقطف الأزهار المتنثرة فی الأخبار المتواترة ص ۲۷ ح: ۱۰۲،

ولفظ اللآلی المتنثرة فی الأحادیث المتواترة ص ۲۰۵ ح: ۶۱

۲۔ أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ أَبُوبَا

یہ روایت سخت ضعیف و مردود ہے۔ دیکھئے المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۲۷ ح ۶۳۷

تنبیہ بلغ: حاکم نے کہا: ”هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه وأبو الصلت ثقة مأمون...“

حافظ ذہبی نے حاکم کا رد کرتے ہوئے کہا: ”بل موضوع... (وأبو الصلت)... لا والله لا ثقة ولا مأمون“

(تلخیص المستدرک ۱۲/۳)

اس روایت کی سند میں آئش راوی مدلس ہے اور روایت عن سے ہے۔ دوسرا راوی ابو معاویہ (محمد بن خازم
الضری) مدلس ہے اور یہ روایت عن سے ہے۔ تیسرا راوی عبدالسلام بن صالح أبو الصلت: جمہور محدثین کے نزدیک

ضعیف و مجروح ہے۔ چوتھے راوی محمد بن عبد الرحیم البروی کے حالات مطلوب ہیں۔
سنن الترمذی (۳۷۲۳) میں ایک روایت ہے کہ ”أنا دار الحکمة وعلی بابها“
اس روایت کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں: ”هذا حدیث غریب منکر“
اس روایت کا ایک راوی شریک بن عبد اللہ القاضی مدلس ہے اور روایت عن سے ہے۔
دوسرا راوی محمد بن عمر بن عبد اللہ بن فیروز، ابن الرومی: لین الحدیث (ضعیف) ہے دیکھئے تقریب التہذیب: ۶۱۶۹
اس روایت کی دوسری سندیں بھی سخت ضعیف و مردود ہیں۔ (۲۸ رمضان ۱۴۲۶ھ)

مؤذن کی غلطی اور روزے کی قضا

سوال: ”محترم جناب زبیر علی زئی صاحب السلام علیکم

امید ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہوں گے۔

ہمارے ہاں ایک مسئلہ ہو گیا ہے جو آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہماری مسجد میں ایک دن مغرب کی
اذان جلدی ہو گئی، ویسے تو محسوس نہیں ہوتا لیکن رمضان کی وجہ سے ہر کوئی محسوس کرتا ہے اذان ۳۵ کے بجائے مؤذن
نے ۳۰ منٹ پہلے دی۔ لیکن جب ان کو نشانہ دہی کرائی گئی تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ اس (اذان کی) وجہ سے لوگوں
نے غروب آفتاب سے پہلے روزہ کھول لیا اس مسئلہ کے حل کے لئے انہوں نے مختلف علماء کرام سے رابطہ کیا جن میں
ڈاکٹر فضل الہی صاحب بھی ہیں لیکن انہوں نے اس مسئلہ کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد عبدالستار بھٹی صاحب نے
عبدالمنان نور پوری صاحب سے رابطہ کیا، انہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ جن لوگوں نے روزہ کھولا ہے وہ دوبارہ روزہ رکھیں
گے۔ لیکن کچھ علماء کرام نے کہا کہ یہ مؤذن کی غلطی ہے تو مؤذن ہی روزہ رکھے گا۔ لیکن عبدالستار بھٹی صاحب اور
مؤذن نے عبدالمنان نور پوری صاحب کے فتویٰ پر اکتفا کیا اور مسجد میں اعلان کیا کہ سارے لوگ دوبارہ روزہ رکھیں
گے۔ لیکن بہت لوگوں کا خیال ہے کہ صرف ہم نے روزہ نہیں کھولا بلکہ ان لوگوں نے بھی کھولا ہے جو اس مسجد میں نماز ادا
کرنے نہیں آتے جو دوسرے یعنی گھر کے قریب والی مسجد میں نماز ادا کرتے ہیں۔

پوچھنا یہ ہے کہ کیا ہم لوگ دوبارہ روزہ رکھیں گے یا مؤذن کی غلطی ہے وہی دوبارہ روزہ رکھے گا۔

اس مسئلے کا قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب بتا کر الحدیث میں شائع کریں (ان شاء اللہ) کیونکہ ہم لوگ اس

مسئلے کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔

وعلیکم السلام ابو معاذ راولپنڈی“

الجواب بعون الوهاب: اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

”أفطرنا علی عهد النبی ﷺ یوم غیم ثم طلعت الشمس“ إلیخ نبی ﷺ کے زمانے میں، ایک دفعہ
بادل والے دن ہم نے روزہ افطار کر لیا، پھر (بادل ہٹنے کے بعد) سورج نکل آیا إلیخ (صحیح البخاری،

کتاب الصوم، باب إذا أفطر فی رمضان ثم طلعت الشمس، ح ۱۹۵۹)
اس روایت کے راوی ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ: ”لا أدري أقضوا أم لا؟“ مجھے پتہ نہیں کہ لوگوں نے
روزے کی قضا ادا کی تھی یا نہیں؟ (البخاری: ۱۹۵۹)

ہشام بن عروہ فرماتے ہیں کہ: قضا ضروری ہے (البخاری: ۱۹۵۹)

اسلم العدوی مولیٰ عمر سے روایت ہے کہ ایک دفعہ بادل والے دن (سیدنا) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے
روزہ افطار کر لیا، آپ یہ سمجھے تھے کہ مغرب ہو چکی ہے اور سورج غروب ہو چکا ہے، پھر (بادل ہٹنے کے بعد) سورج
طلوع ہو گیا تو امیر المؤمنین نے فرمایا: ”الخطب یسیر و قد اجتهدنا“ مسئلہ آسان ہے (صرف ایک روزہ قضا کا رکھ لیں
گے) اور ہم نے اجتہاد کیا ہے۔ (موطا امام مالک، روایت ابی مصعب الزہری ۳۱۶ ح ۸۲۰ وسندہ صحیح، روایت القعنسی ص ۲۱۲)
اس روایت کی تشریح میں امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”یرید بذلك عمر بن الخطاب القضاء
ویساراً مؤنثاً وخفته فیما یری واللہ أعلم“ عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کا ان الفاظ سے یہ ارادہ تھا کہ
روزے کی قضا ہوگی اور ایسا کرنا آسان اور معمولی ہے واللہ اعلم (موطا الزہری ص ۳۱۶، ۳۱۷ و موطا القعنسی ص ۲۱۳)
اس روایت کے بہت سے شواہد ہیں مثلاً دیکھئے موطا امام مالک (روایت یحییٰ بن یحییٰ ۳۰۳ ح ۶۸۲، الصیام:
۴۴ و تحقیق الشیخ سلیم بن عید اللہ لہ ۲/۳۴۳ ح ۳۹۷ وقال: موقوف صحیح) و مصنف ابن ابی شیبہ (۲۳/۳ ح ۲۴، ۲۵ ح ۹۰۴)
و مصنف عبد الرزاق (۸/۴ ح ۳۹۲، ۷/۳۹۴) و السنن الکبریٰ للبیہقی (۲۱۷/۳)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں آیا ہے کہ ”واللہ لا نقضیہ“ اللہ کی قسم، ہم روزے کی قضا ادا
نہیں کریں گے (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۱۷/۴ واللفظ لہ، مصنف عبد الرزاق ۴/۲ ح ۷۹۵، ۷/۲۹۵) و مصنف ابن ابی شیبہ
(۲۳/۳ ح ۲۴، ۲۵ ح ۹۰۴)

یہ روایت سلیمان بن مہران الأعمش، مدلس کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں:
”والأعمش مدلس، لا یحتج بعننته إلا إذا صح سماعه الذي عننه من جهة أخرى“ اور اعمش مدلس
ہیں، اُن کی عن والی روایت سے حجت نہیں پکڑی جاتی الا یہ کہ ان کے سماع کی تصریح کسی دوسری سند میں ثابت ہو
جائے (شرح صحیح مسلم، درسی نسخہ ج ۲ ص ۷۲ تحت ح ۱۰۹)

امام بیہقی نے اس روایت کو ایک دوسری وجہ سے خطا قرار دیا ہے (السنن الکبریٰ ۲/۲۱۷) اعطاء بن ابی رباح
رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل تھے کہ اس روزے کی قضا ہوگی اور کفارہ نہیں ہوگا (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۵/۳ ح ۹۰۵
وسندہ صحیح، ابن جریج صرح بالسماع)

زیاد بن الضمر (تابعی کبیر) رحمہ اللہ بھی ایسی حالت میں ایک دن کی قضا کے قائل تھے (مصنف ابن ابی شیبہ

۳/۲۰۵ ح ۹۰۵۵ وسندہ حسن)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: اس مسئلے میں اختلاف ہے اور جمہور اس کے قائل ہیں کہ قضا واجب ہے۔
(فتح الباری ۲/۲۰۰) یہی اکثر علماء کا قول ہے (دیکھئے عون المعبود ۲/۲۷۹)

قسطلانی نے کہا: ”وہذا مذهب الشافعية والحنفية والمالكية والحنابلة“ شافعیوں، حنفیوں،
مالکیوں اور حنبلیوں کا یہی مذہب ہے (عون المعبود ۲/۲۷۹)

ان کے مقابلے میں حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”أجزأمنہ“ یعنی یہی روزہ کفایت کرتا ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۴۲ ح ۹۰۵۱ وسندہ صحیح)

ان تمام اقوال اور ارشاد باری تعالیٰ ﴿ثُمَّ أَتَمُوا الصَّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ پھر رات تک روزہ پورا کرو (البقرة: ۱۸۷)
کو مد نظر رکھتے ہوئے یہی رائج ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ افطار کر لے اور بعد میں سورج طلوع ہو جائے تو پھر اس
روزے کی قضا ادا کرنا ہوگی۔

صورتِ مسئلہ میں پانچ منٹ پہلے اذان کی غلطی کی وجہ سے لوگوں نے روزہ افطار کر لیا، اس کے بعد سورج نظر
نہیں آیا۔ لہذا یہ مسئلہ خطا و نسیان کا ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ: ”إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ لِي عَنْ أَمْتِي الْخَطَا وَالنَّسْيَانِ وَمَا
اسْتَكْرَ هُوَ عَلَيْهِ“ بے شک اللہ نے میرے لئے میری امت سے خطا، بھول اور جس میں انہیں مجبور کیا جائے،
معاف فرمایا ہے (السنن الکبریٰ للبیہقی ۳/۳۵۶ صحیح الحاکم علی شرط الشیخین ووافقه الذہبی فی تلخیصہ ولم یعقبہ)

عموم قرآن بھی اسی کا موید ہے۔ دیکھئے سورۃ الاحزاب (آیت: ۵)

لہذا ایسی حالت میں لوگوں پر کوئی قضا نہیں ہے۔ یہی تحقیق ہمارے استاد محترم مولانا حافظ عبدالمجید ازہر حفظہ اللہ
کی ہے۔ والحمد للہ (۱۵ رمضان ۱۴۲۶ھ)

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ اور بعض شبہات کا ازالہ

”الحدیث“ حضور (شمارہ ۱۰ ص ۱۴) میں ایک حدیث شائع کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: سیدنا ابن عباس
رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ کے بال بکھرے ہوئے اور گرد آلودہ تھے۔ آپ کے ہاتھ میں
خون کی ایک بوتل تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔

(بحوالہ مسند احمد ۲/۲۴۲ ودلائل النبوة للبیہقی ۶/۴۷۱)

اس روایت کو حاکم اور ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ ابن کثیر اس کی سند کو قوی قرار دیتے ہیں (البدایہ والنہایہ ۲/۲۰۸)
اس روایت پر تین ممکنہ اعتراضات ہو سکتے تھے۔

۱: حماد بن سلمہ کی ثقاہت

۲: اختلاط کی بحث

۳: عمار بن ابی عمار کی ثقاہت

ان تینوں اعتراضات کے جوابات ”الحدیث“ میں دے دیے گئے ہیں (شمارہ: ۱۵، ۱۶)

جناب محمد عمر خالد فیصل آبادی نے حافظ ثناء اللہ ضیاء صاحب کو خط لکھا:

”درج بالا حدیث کو۔ زیر علی زئی نے صحیح قرار دیا ہے آپ کی اس بارے میں کیا تحقیق ہے؟“

محمد عمر صاحب کو چاہئے تھا کہ وہ ”الحدیث“ کی مکمل عبارت (ص ۱۶ تا ۱۷) نقل کر کے یا فوٹو سٹیٹ کر کے حافظ صاحب کو بھیجے۔ حافظ ثناء اللہ صاحب نے اس روایت پر جرح کرنے سے پہلے لکھا کہ:

”اس روایت کو اگرچہ بعض اہل علم نے صحیح کہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت سنداً ضعیف اور متناً مضطرب اور منکر ہے“ (ماہنامہ الصراط کراچی ج ۱ شمارہ: ۵، اکتوبر نومبر ۲۰۰۵ء)

اب حافظ صاحب کے اعتراضات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱۔ شیخ الاسلام حماد بن سلمہ بن دینار رحمہ اللہ

”الحدیث“ میں ثابت کیا گیا ہے کہ حماد بن سلمہ صحیح مسلم کے مرکزی راوی اور ابن معین، العیسیٰ، یعقوب بن سفیان، احمد بن حنبل، ابن حبان، ترمذی، ابن الجارود، ابن خزیمہ، حاکم و ذہبی وغیرہم کے نزدیک ثقہ و صحیح الحدیث ہیں۔ ان کے مقابلے میں حافظ ثناء اللہ صاحب نے حاکم، احمد، ذہبی، محمد بن یحییٰ نیشاپوری، ابن جوزی اور ابن حبان سے جرح نقل کرنے کی کوشش کی ہے۔

حاکم کی عبارت جرح ہی نہیں ہے۔ احمد کی جرح کا تعلق ہماری روایت سے نہیں بلکہ حماد بن قیس بن سعد اور حماد بن حماد بن ابی سلیمان کی روایت سے ہے۔

ذہبی کا قول جرح ہی نہیں ہے۔ حافظ ذہبی بذاتِ خود فرماتے ہیں کہ:

”اور اس (حماد بن سلمہ) کی حدیث حسن کے درجے سے نہیں گری ہے“ (سیر اعلام النبلاء ۴/۷۶۶ و الحدیث: ۱۵ ص ۱۵) محمد بن یحییٰ النیسابوری کا قول ابن عبد البہادی (پیدائش ۸۴۰ھ وفات ۹۰۹ھ) کی کتاب بحر الدم (ص ۱۲۲ رقم ۲۲۷) اور محمد بن ابی یعلیٰ (پیدائش ۲۵۱ھ وفات ۵۲۶ھ) کی کتاب طبقات الحنابلہ (۳۲۸/۱) میں بغیر کسی سند کے مذکور ہے، یعنی یہ قول محمد بن یحییٰ سے ثابت ہی نہیں ہے۔ اگر حافظ ثناء اللہ صاحب اسے ثابت سمجھتے ہیں تو صحیح سند پیش کریں، اہل علم کو چاہئے کہ بے سند اقوال پیش کرنے سے گریز کریں۔

ابن حبان نے کسی مجہول معترض کی جرح نقل کر کے اس کا زبردست رد کیا ہے، ابن جوزی کی جرح کی بنیاد ابن

عدی کا قول ”قد قیل“، إلخ ہے (دیکھئے العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۳ ح ۱۸)

اس قول کا قائل مجہول ہے، اس کا دوسرا راوی محمد بن شجاع کذاب ہے، دیکھئے حاشیہ مولانا ارشاد الحق الاشری (رقم: ۴)

اگر یہ تمام جروح ثابت و وارد بھی ہوں تو جمہور کی توثیق کے مقابلے میں مردود ہیں۔

فائدہ: صحیح بخاری میں شواہد و متابعات میں حماد بن سلمہ کی بہت سی روایات ہیں (مثلاً ۱۲۲، ۶۶۳، ۷۳۹، ۱۰۴۸...) محمد بن طاہر المقدسی (متوفی ۵۰۷ھ) لکھتے ہیں کہ:

”بل استشهد به في مواضع ليبين أنه ثقة“، بلکہ (امام بخاری نے) کئی مقامات پر اس (حماد بن سلمہ) سے شواہد میں روایت کی ہے تاکہ آپ یہ بیان (واضح) کر دیں کہ وہ ثقہ ہے (شروط الائمة السیاق ص ۱۸) معلوم ہوا کہ حماد بن سلمہ امام بخاری کے نزدیک بھی ثقہ و صدوق تھے۔ والحمد لله

۲: تدلیس کی بحث

حافظ ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

”حماد بن سلمہ مدلس ہے۔ (مقدمہ صحیح ابن حبان ۱۵۴/۱)“ (الصراط ص ۴۰)

حافظ ابن حبان لکھتے ہیں کہ: ”فإن قال: كان حماد يدلس، يقال له: فإن قتادة...“ پس اگر وہ (مجهول شخص) کہے کہ حماد (بن سلمہ) تدلیس کرتے تھے تو اس سے کہا جائے گا کہ: پس بے شک قتادہ..... إلخ (الاحسان نسخہ قدیمہ ج ۸ ص ۸۵)

معلوم ہوا کہ حماد پر تدلیس کا الزام لگانے والا کوئی مجهول شخص ہے، غالباً اسی کی اندھا دھند پیروی میں مسند الامام احمد کے محققین (!) نے حماد پر تدلیس کا الزام لگا دیا ہے (موسوعة مسند الامام أحمد ۵/۲ ص ۴۷)

حالانکہ حماد بن سلمہ تدلیس کے الزام سے بری ہیں۔ انہیں حافظ ابن حجر، حافظ ذہبی، حافظ العلانی، حافظ المقدسی، حافظ ابن العجی وغیرہ کسی عالم نے بھی مدلسین میں ذکر نہیں کیا۔

دوسرے یہ کہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ والی روایت میں سماع کی تصریح ثابت ہے۔

امام احمد نے فرمایا: ”حدثنا عفان: حدثنا حماد هو ابن سلمة: أخبرنا عمار عن ابن عباس... إلخ (مسند الامام احمد ۲۸۳/۱ ح ۲۵۵۳ وسندہ صحیح الی حماد رحمہ اللہ، فضائل الصحابة للامام أحمد ۲/۹۷ ح ۱۳۸۱)

☆ امام عفان بن مسلم رحمہ اللہ کا تعارف

امام عفان پر حملہ کرتے ہوئے حافظ ثناء اللہ ضیاء صاحب لکھتے ہیں کہ:

”واضح رہے کہ عفان بن مسلم کی سند پر گرفت مضبوط نہیں تھی جیسا کہ ابن عدی کے بیان سے عیاں ہوتا ہے۔“

(الصراط ص ۴۰)

عفان رحمہ اللہ صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں۔ ابو حاتم الرازی نے کہا: ”ثقة متقن متين“ (الجرح والتعديل ۳۰/۷) عجلی نے کہا: بصري ثقة ثبت صاحب سنة (تاریخ بغداد ۱۲/۲۶۹ ت ۱۵۷۶ واللفظ له، تاریخ الثقات: ۱۱۴۵ و معرفۃ الثقات: ۱۲۵۶ وسقط منهما لفظ: ثقة)

ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا (۵۲۲/۸) یحییٰ بن معین نے کہا: ”وكان عفان والله أثبت من أبي نعیم فی حماد بن سلمة“ اللہ کی قسم، حماد بن سلمہ سے روایت میں عفان ابو نعیم (الفضل بن دکین) سے زیادہ ثقہ تھے (تاریخ ابن معین، روایہ عباس الدوری: ۴۴۰/۷) اور فرمایا: حماد (بن سلمہ) اور بہز بن اسد دونوں ثقہ تھے (دیکھئے تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۲۰۰)

یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا: ”من أراد أن يكتب حديث حماد بن سلمة فعليه بعفان بن مسلم“ جو شخص حماد بن سلمہ کی حدیث لکھنا چاہتا ہے تو وہ عفان بن مسلم کو لازم پکڑ لے (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال، روایت عبد اللہ بن احمد ۱۲۱/۲ ج ۵۰ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ: ۴۰۴۲) احمد بن حنبل نے کہا: ”عفان أثبت من عبد الرحمن بن مهدي“ عفان عبد الرحمن بن مہدی سے زیادہ ثقہ ہیں (کتاب العلل ۳۳۰/۲ ج ۲۹۷ وسندہ صحیح، کتاب الجرح والتعديل ۳۰/۷ وسندہ صحیح)

محدثین کرام کی ان عظیم الشان توثیقات کے مقابلے میں حافظ ثناء اللہ صاحب نے ابن عدی کا قول تہذیب التہذیب سے نقل کیا ہے۔ عرض ہے کہ اصل کتاب کامل ابن عدی (ج ۵ ص ۲۰۲ والنسخۃ الجدیدۃ ۱۰۵/۷) میں ابن عدی کا قول پڑھ لیں، ان کے نزدیک بھی عفان صدوق ہی ہے۔ ابن عدی کا یہ قول جرح نہیں ہے اور اگر کوئی خواہ مخواہ اسے جرح ہی باور کرنا چاہتا ہے تو جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

عفان کے بارے میں محمد بن سعد، کاتب الواقدی نے لکھا ہے کہ: ”وكان ثقة ثبتاً كثير الحديث حجة“ (الطبقات ۲۹۸/۷)

دوسرے یہ کہ حماد بن سلمہ کے سماع کی تصریح میں عفان رحمہ اللہ منفر د نہیں ہیں۔ امام بیہقی فرماتے ہیں:

”وأخبرنا أبو الحسن علي بن محمد المقرئ: أخبرنا الحسن بن محمد بن إسحاق: حدثنا يوسف بن يعقوب: حدثنا سليمان بن حرب: حدثنا حماد بن سلمة: حدثنا عمار بن أبي عمار أن ابن عباس قال: ”إح (دلائل النبوة للبيهقي ۴۷۱/۶ وسندہ صحیح) إلی حماد بن سلمة رحمہ اللہ) اب اس سند کے راویوں کا تعارف پڑھ لیں:

۱۔ علی بن محمد بن علی (بن حمید) المقرئ، ذہبی نے کہا: المقرئ المجود (تاریخ الاسلام ۲۸/۲۸) وصحیح له البیہقی فی السنن الکبری (۵۴/۴) فهو صحيح الحديث عند البيهقي رحمه الله۔

ایک دوسرا شخص ابو الحسن علی بن محمد بن حسین بن شاذان ہے جو بیہقی کا استاد اور حسن بن محمد بن اسحاق کا شاگرد ہے۔ ذہبی نے کہا: ”الاسفرائني الحافظ المحدث الثقة“ (تاریخ الاسلام ۳۵۴/۲۸)

۲۔ الحسن بن محمد بن اسحاق الاسفرائنی ”المحدث الثقة الرجال“ (سیر اعلام النبلاء ۵۰/۱۶)

۳۔ یوسف بن یعقوب (بن اسماعیل بن حماد بن زید) القاضی: ”الإمام الحافظ الفقيه الكبير الثقة“ (النبلاء ۸۵/۱۴)

۴۔ سلیمان بن حرب: ”ثقة حافظ إمام“ (تقریب التہذیب: ۲۵۴۵) وهو من رجال الكتب الستة.

معلوم ہوا کہ غیر مدلس حماد سے تصریح بالسماع والی روایت تاریخ دمشق لابن عساکر (۲۲۸/۱۴) وفضائل الصحابة لاحمد (زیادات القطیعی ۸۱/۲ ج ۱۳۸۹ و سندہ صحیح) میں بھی ہے۔ والحمد للہ

۳: اختلاط کی بحث

حافظ ثناء اللہ صاحب نے امام حماد بن سلمہ پر اختلاط کا الزام بھی لگایا ہے حالانکہ اس کا جواب ”الحدیث“ میں پہلے سے شائع شدہ ہے (شمارہ ۱۵، ۱۶)

عفان و سلیمان بن حرب و عبد الرحمن بن مہدی و غیر ہم کا حماد سے سماع قبل از اختلاط ہے۔ والحمد للہ

۴: اضطراب کی بحث

حافظ ثناء اللہ ضیاء صاحب لکھتے ہیں کہ:

”اس روایت کے ضعیف ہونے کی پانچویں علت یہ ہے کہ یہ روایت مضطرب ہے۔“ (الصراط ص ۴۰)
عرض ہے کہ حماد بن سلمہ کے چار شاگرد عفان، سلیمان بن حرب، عبد الرحمن بن مہدی اور جاج بن منہال ”قتل ذلک الیوم“ یا اس کے مشابہ الفاظ نقل کرتے ہیں۔ حسن بن موسیٰ کی روایت میں اختلاف ہے۔
عبد بن حمید نے حسن بن موسیٰ سے ”قتل ذلک الیوم“ نقل کیا ہے (المنتخب من مسند عبد بن حمید ۵۹۸/۱ ج ۷۰۹)
جبکہ مستدرک (۴/۳۹۸) کی روایت میں ”قتل قبل ذلک بیوم“ ہے۔ یہ ”قبل“ کا لفظ کئی وجہ سے مردود ہے۔
۱۔ ثقہ راویوں کی روایت میں یہ لفظ نہیں ہے۔

۲۔ حسن بن موسیٰ کی (مسند عبد بن حمید میں) اپنی روایت میں یہ لفظ نہیں ہے۔

۳۔ عین ممکن ہے کہ یہ لفظ کاتب، ناخ یا بذات خود امام حاکم کا وہم ہو۔ اس لفظ کی وجہ سے ثقہ راویوں کی جماعت کی بیان کردہ روایت کو مضطرب قرار دینا غلط ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: ”وإسناده صحيح“ (التعلیقات علی مشکوٰۃ: ۶۱۷ و ہدایۃ الرواۃ ج ۵ ص ۳۶۲)

تنبیہ بلغ: بوسیری نے سندیں حذف کر کے ایک متن لکھا ہے جس کے آخر میں ”فوجدناہ قبل ذلک“ کے الفاظ ہیں، وقال: ”رواہ أبو بکر بن أبی شیبۃ وأحمد بن حنبل وأحمد بن منیع وعبد بن حمید بسند صحيح“ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ ۳۱۸/۹ ج ۹۰۵)

مسند احمد و مسند عبد بن حمید میں ”قبل ذلک“ کے الفاظ قطعاً نہیں ہیں۔ ابوبکر بن ابی شیبہ اور احمد بن منیع کی روایات کی تلاش جاری ہے، لہذا بوسیری کی یہ نقل اصل کتابیں نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۵: متن کی بحث

حافظ ثناء اللہ ضیاء صاحب فرماتے ہیں کہ: ”اس روایت کا متن صحیح احادیث کے خلاف ہے... اسی طرح بالوں کو بکھیرنا، غبار آلود کرنا وغیرہ ممنوع ہے“ (الصراط ص ۴۱)

عرض ہے کہ حماد بن سلمہ والی یہ روایت باعتراف حافظ ذہبی، حاکم، ابن کثیر، بوسیری اور البانی وغیرہم صحیح و قوی ہے۔ کسی ایک مستند امام نے اسے ضعیف و مضطرب نہیں کہا۔ رہا یہ کہ بکھرے ہوئے اور گرد آلود بال تو یہ غم و افسوس کا قرینہ ہے۔ خواب کی ہر بات کا من و عن ظاہری معنی مراد لینا کل نظر ہے۔ حافظ صاحب کا یہ کہنا کہ ”بالوں کو (غم میں ناقل) بکھیرنا، غبار آلود کرنا وغیرہ ممنوع ہے“ بالکل صحیح ہے لیکن اگر کوئی شخص غم میں اتنا مشغول ہو کہ خود بخود اس کے بال بکھر جائیں یا زمین کی گرد خود بخود اڑ کر اس کے بالوں پر پڑ جائے تو کیا وہ حالت غم میں کنگھی و صابون تلاش کرے گا تاکہ وہ اپنے بال انتہائی خوبصورت کر کے پیش کرے!

قصہ مختصر یہ کہ یہ روایت حسن لذاتہ (حجت) ہے۔ والحمد للہ (۵ شوال ۱۴۲۶ھ)

ہر تحریر کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کرنا چاہئے

سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کو جو خط لکھا تھا اس کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہے ”إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ“ یہ خط سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور اسے اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے، شروع کیا گیا ہے۔ (النمل: ۳۰)

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ سے قبل انبیاء علیہم السلام کا طریقہ بھی یہی تھا کہ وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے اپنے خطوط کی ابتدا فرماتے تھے۔ نبی ﷺ بھی کفار و مشرکین کی طرف جو خطوط لکھواتے تھے ان کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے فرماتے تھے (صحیح بخاری: ۷) قابل غور بات یہ ہے کہ آپ ﷺ یقینی طور پر جانتے تھے کہ یہ خطوط کفار و مشرکین کے ناپاک ہاتھوں میں جائیں گے اور وہی لوگ مخاطب بھی تھے مگر کیا شان الہی ہے کہ آغاز اللہ کے مقدس نام سے کیا گیا۔ آپ ﷺ قرآنی تعلیم سے خوب آشنا تھے کہ مشرکین نجس ہیں۔ (التوبہ: ۲۸) کیونکہ قرآن کا نزول تو آپ پر ہی ہوتا تھا۔ صحابہ کرام بھی اپنے خطوط کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کرتے تھے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا (الادب المفرد: ۱۱۴۳) والموطا ۱۹۸۳/۲ ج ۱۹۰۹ وسندہ صحیح

حسن بصری رحمہ اللہ سے کسی نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے متعلق سوال کیا تو آپ نے جواباً فرمایا: ”تلك صدور الرسائل“ یہ خطوط کے اوائل ہیں (الادب المفرد: ۱۱۴۳ وسندہ حسن) جب انس بن سیرین رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو خط لکھا تو حکم دیا ”اكتب بسم الله الرحمن الرحيم إلى فلان“ (ایضاً: ۱۱۴۵ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ عہد رسالت، عہد صحابہ اور عہد تابعین میں آغاز و مکتوب بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ہوا کرتا تھا۔
تنبیہ: بعض لوگ اپنے خطوط اور تحریروں میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بجائے ۸۶ اور ۹۲ کے ہند سے لکھتے ہیں جس کا ثبوت قرآن، حدیث اور آثار صحابہ وغیرہ سے قطعاً نہیں ملتا۔

[فضل اکبر کاشمیری]

مولانا ارشاد الحق اثری

مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم (اور) سلف کا موقف

امام محمد بن الحسین آل آجری کا فرمان:

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبداللہ آجری المتوفی ۳۶۰ھ نے اپنی معروف کتاب ”کتاب الشریعۃ“ میں (باب نمبر ۲۵ ص ۹۳۲ نسخہ مرقمہ) باب یہی قائم کیا ہے۔ ”باب ذکر الکف عما شجر بین أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورحمة اللہ علیہم أجمعین“ کہ یہ باب اس کے متعلق ہے کہ صحابہ کرام کے درمیان ہونے والے اختلافات سے گریز کیا جائے اللہ تعالیٰ کی ان سب پر رحمتیں ہوں۔“ امام آجری نے اس باب میں بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور اپنے اس موقف پر بہت سے دلائل ذکر کئے ہیں جو دس صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان دلائل سے قطع نظر ہم یہاں صرف ان کے موقف کا خلاصہ پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”فضائل صحابہ کرام و اہل بیت کے سلسلے میں جو کچھ ہم نے لکھا ہے اس پر غور و فکر کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ ان سب سے محبت کرے ان کے بارے میں رحمت اور بخشش کی دعاء کرے اور ان کی محبت کو اللہ کے ہاں اپنے لئے وسیلہ بنائے، ان کے مابین جو اختلافات ہوئے ہیں، ان کو ذکر نہ کرے نہ ان کی چھان بین کرے اور نہ ہی ان پر بحث کرے ہمیں تو ان کے بارے میں استغفار کرنے اور ان کے حق میں رحمت کی دعا کرنے، ان سے محبت اور ان کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ قرآن مجید، احادیث رسول اور ائمہ مسلمین کے اقوال اس پر دال ہیں۔ ہمیں ان کے مابین مشاجرات کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت اور رشتہ کا شرف حاصل ہے ان کے اسی شرف صحبت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دینے کا اعلان فرمایا ہے اور اپنی کتاب میں اس بات کی ضمانت دی ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو قیامت کے دن شرمسار نہیں کروں گا، ان کے اوصاف کا اللہ تعالیٰ نے تورات و انجیل میں تذکرہ کیا ہے اور ان کی بہترین تعریف کی ہے، ان کی توبہ کا اور اپنی رضا و خوشنودی کا ذکر کیا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ میں تو ان مشاجرات کے بارے میں محض اپنی معلومات میں اضافہ چاہتا ہوں تاکہ میں ان حالات سے بچ سکوں جن میں وہ مبتلا ہوئے ہیں، تو اسے سمجھایا جائے گا کہ تم توفیق کے طلب گار ہو کیونکہ تم ایسی بات کے درپے ہو جو تمہارے لئے نقصان کا باعث ہے، کسی فائدہ کی اس سے کوئی توقع نہیں۔ اس کی بجائے اگر تم فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کی صورت میں اپنی اصلاح کی کوشش کرتے تو یہ تمہارے لئے بہتر تھا بالخصوص اس دور میں جب کہ بدعات

ضالہ عام ہو رہی ہیں، لہذا تمہارے لئے یہی بہتر تھا کہ تم اپنے کھانے پینے، اپنے لباس کی فکر کرو کہ یہ کہاں سے آیا ہے، یہ روپیہ پیسہ کہاں سے آیا ہے اور اسے کہاں خرچ کیا جا رہا ہے، نیز ہمیں اس بارے میں بھی خطرہ ہے کہ مشاجرات صحابہ میں تمہاری چھان بین اور بحث و تکرار کے نتیجے میں تمہارا دل بدعت کی طرف مائل ہو جائے گا شیطان کے ہاتھوں تم کھیلنے لگو گے۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ ان سے محبت کرو، ان کے لئے بخشش طلب کرو اور ان کی اتباع کرو، اگر تم ان کو برا کہنے لگو گے، اور ان سے بغض و نفرت کرنے لگو گے، باطل راستہ پر چل نکلو گے، جو شخص بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح و توصیف کرتا ہے بعض کی مذمت کرتا ہے اور ان پر طعن و تشنیع کرتا ہے وہ فتنہ میں مبتلا ہے کیونکہ اس پر تو سب صحابہ کرام سے محبت اور سب کے بارے میں استغفار واجب ہے۔ (الشریعہ ص ۲۳۸، ۲۳۹ ج ۵)

امام ابو بکر الراجزی رحمہ اللہ کے اس کلام پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ بلاریب مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں بحث و تکرار کا نتیجہ وہی ہے جس کی نشاندہی انہوں نے کی ہے، اور اسی سے دیگر علمائے امت نے بکر اذخبردار کیا۔“

[مُشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف کا موقف ص ۴۱، ۴۲]

”امام نووی کا فرمان:

امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی المتوفی ۶۷۶ھ شرح صحیح مسلم میں رقم طراز ہیں:

”ومذهب أهل السنة والحق إحسان الظن بهم والإمساک عما شجر بينهم وتاویل قتالهم، وإنهم مجتهدون متأولون لم يقصدوا معصية ولا محض الدنيا، بل اعتقدوا كل فريق أنه المحق ومخالفه باغ فوجب قتاله ليرجع الى أمر الله، وكان بعضهم مصيباً وبعضهم مخطئاً معذوراً في الخطأ لأنه ياجتهد ولم يجتهد إذا أخطأ لأنهم عليه وكان على رضى الله عنه هو المحق المصيب في ذلك الحروب هذا مذهب أهل السنة وكانت القضايا مشتبكة حتى أن جماعة من الصحابة تحيروا فيها فاعتزلوا الطائفتين ولم يقاتلوا ولو تيقنوا الصواب لم يتأخروا عن مساعدته“

(شرح صحیح مسلم ص ۳۹۰ ج ۲، کتاب الفتن، باب إذا التقى المسلمان بسيفيهما إلخ)

”اہل سنت اور اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے۔ ان کے آپس کے اختلافات میں خاموشی اور ان کی لڑائیوں کی تاویل کی جائے۔ وہ بلاشبہ سب مجتہد اور صاحب رائے تھے معصیت اور نافرمانی ان کا مقصد نہ تھا اور نہ ہی محض دنیا طلبی پیش نظر تھی، بلکہ ہر فریق یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ وہی حق پر ہے اور دوسرا باغی ہے، اور باغی کے ساتھ لڑائی ضروری ہے تاکہ وہ امر الہی کی طرف لوٹ آئے، اس اجتہاد میں بعض راہ صواب پر تھے اور بعض خطا پر تھے، مگر خطا کے باوجود وہ معذور تھے کیونکہ اس کا سبب اجتہاد تھا اور مجتہد خطا پر بھی گنہگار نہیں

ہوتا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان جنگوں میں حق پر تھے اہل سنت کا یہی موقف ہے، یہ معاملات بڑے مشتبہ تھے یہاں تک کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت اس پر حیران و پریشان تھی جس کی بنا پر وہ فریقین سے علیحدہ رہی اور قتال میں انہوں نے حصہ نہیں لیا، اگر انہیں صحیح بات کا یقین ہو جاتا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معاونت سے پیچھے نہ رہتے۔“ علامہ نووی رحمہ اللہ نے جو کچھ بیان فرمایا تھوڑی سی تفصیل سے اہل سنت کا یہی موقف انہوں نے ”کتاب فضائل الصحابہ“ کے اوائل میں بیان کیا ہے۔ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بالاجماع صحیح ہے، اپنے وقت میں وہ خلیفہ تھے ان کے علاوہ کسی کی خلافت نہیں تھی، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ عادل، فضلاء اور نجباء صحابہ میں سے تھے ان کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں اس کی وجہ یہ شبہ تھا کہ ان میں سے ہر ایک گروہ اپنی حقانیت کا اعتقاد رکھتا تھا یہ سبھی عادل ہیں جنگوں اور دیگر اس قسم کے معاملات میں متکول ہیں، ان میں سے کوئی چیز ان میں سے کسی کو عدالت سے خارج نہیں کرتی اس لئے کہ وہ سب مجتہد تھے، ان مسائل میں جو محل اجتہاد ہیں ان میں باہم اسی طرح اختلاف ہو گیا جس طرح ان کے بعد میں دوسرے مجتہدین قصاص وغیرہ مسائل میں مختلف ہو گئے۔ ان باتوں کے سبب کسی میں کوئی نقص نہیں، ان کے باہم لڑنے کا سبب یہ تھا کہ معاملات کچھ الجھن کا شکار ہو گئے جس کی وجہ سے ان کے اجتہاد میں اختلاف کے نتیجے میں تین گروہ بن گئے۔ ایک گروہ سمجھتا تھا کہ میں حق پر ہوں دوسرا باغی ہے اور باغی سے قتال ضروری ہے، دوسرا گروہ اس کے برعکس مدعی تھا کہ وہ حق پر ہے اور ان کا مد مقابل باغی ہے، تیسرا گروہ وہ تھا جن کے نزدیک معاملہ مشکل تھا وہ دونوں میں سے کسی کے موقف کو رائج نہ سمجھ سکے تو دونوں سے علیحدہ ہو گئے، اگر ان کے نزدیک واضح ہو جاتا کہ فلاں فریق حق پر ہے تو وہ اس کی تائید میں پیچھے نہ رہتے، اس لئے یہ سب حضرات معذور ہیں اور اہل حق اس پر متفق ہیں کہ وہ عادل ہیں اور ان کی روایت و شہادت مقبول ہے۔“ (شرح مسلم ص ۲۷۲ ج ۲) [مشاجرات صحابہ اور سلف کا موقف ص ۶۰، ۶۱]

ادارہ کی طرف سے چند اہم ہدایات

- (۱) رسالہ ”الحدیث“ منگوانے کے لئے رقم پیسگی ارسال کرنا لازمی شرط ہے۔
- (۲) رسالہ بذریعہ وی پی قطعاً نہیں بھیجا جاتا، لہذا بذریعہ وی پی منگوانے کی زحمت نہ کریں۔
- (۳) جو حضرات ”الحدیث“ کے لئے مضمون لکھنا چاہتے ہیں ان سے گزارش ہے کہ ہر بات باحوالہ، مدلل اور محقق تحریر کریں ورنہ اس کو شائع نہیں کیا جائے گا۔
- (۴) بذریعہ خط مسائل پوچھنے والے صاحبان صرف ایک ہی سوال لکھا کریں زیادہ سوالات لکھنے کی صورت میں صرف ایک سوال کا جواب دیا جائے گا۔
- (۵) جوابی الفاظ ضرور ارسال کیا کریں۔ بصورت دیگر جواب نہیں دیا جائے گا۔
- (۶) حافظ زبیر علی زئی صاحب سے بذریعہ فون روزانہ صبح ۸ تا ۱۱ بجے مسائل پوچھے جاسکتے ہیں۔ دیگر اوقات میں فون سننے کے لئے معذرت خواہ ہیں۔
- (۷) حافظ صاحب سے ملاقات کے لئے صرف اتوار کے دن تشریف لائیں۔ فضیخ (گٹر کا سمیری) نائب مدیر ”الحدیث“ حضور

اللہ تعالیٰ کے ننانونے (99) نام

ابن ابی زید القیر وانی (1) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

☆ ۹: ”وَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى وَالصِّفَاتُ الْعُلَى“ اور اسی (اللہ) کے لیے اسماءِ حُسنیٰ اور عالی صفات ہیں۔
(مقدمہ رسالۃ ابن ابی زید القیر وانی مع الشرح: قطف الجنی الدانی: ص ۹۸)

اس کی شرح میں شیخ عبدالحسن العباد الممدنی (2) فرماتے ہیں کہ:

۱: اللہ کے نام اور اس کی صفات، علم غیب سے ہیں جن کے بارے میں نازل شدہ وحی: اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کلام کرنا جائز نہیں ہے۔ اسماء (ناموں) اور صفات میں سے صرف اُسی کا اثبات (واقرار) کرنا چاہیے جسے اللہ عز وجل نے اپنے لیے یا اس کے رسول نے اُس (اللہ) کے لیے ثابت قرار دیا ہے، وہ صفات جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں، کیفیت (کے بارے میں سوال) اور تمثیل (مخلوق سے مثال دینا) کے بغیر تحریف اور تعطیل (معطل قرار دینے) سے بچتے ہوئے (اور) ہر اُس چیز سے تنزیہ (بری الذمہ اور پاک ہونے) کا عقیدہ رکھتے ہوئے اقرار کرنا چاہیے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ اس (اللہ) کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سمیع (سننے والا) بصیر (دیکھنے والا) ہے۔ (الشوریٰ: ۱۱)

۲: اللہ تعالیٰ کے ناموں کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے، اللہ نے انہیں اسماءِ حُسنیٰ قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا﴾ اور اللہ کے اسماءِ حُسنیٰ (بہترین نام) ہیں، پس تم اسے ان (ناموں) کے ساتھ پکارو۔ (الاعراف: ۱۸۰)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى﴾ اللہ وہ ہے جس کے سوا دوسرا کوئی الہ (معبود برحق) نہیں، اُسی کے اسماءِ حُسنیٰ ہیں (طہ: ۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ﴿هُوَ اللَّهُ الْخَلِيقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى﴾ وہی اللہ خالق، باری تعالیٰ (اور) مصوِّر ہے، اسی کے اسماءِ حُسنیٰ ہیں (الحشر: ۲۴)

اللہ کے اسماءِ حُسنیٰ کا معنی یہ ہے کہ وہ (خوبصورتی میں) حُسن کے بلند ترین اور اعلیٰ ترین مقام پر پہنچے ہوئے ہیں۔ انہیں

(۱) ابو محمد عبد اللہ بن ابی زید، توفی ۳۸۶ھ، ان کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ: ”وَكَانَ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَى طَرِيقَةِ السَّلَفِ الْأَصُولِ، لَا يَرَوِي الْكَلَامَ وَلَا يَتَأَوَّلُ“ (سير اعلام النبلاء ۱۲/۱۷۷) وثقنا القاسمی وغیرہ دیکھئے مدرسۃ الحدیث القیر وانی ص ۶۴۳

(۲) جزیرۃ العرب کے کبار علماء میں سے ہیں، دیکھئے الحدیث: ص ۱۴۳

صرف اچھے نام ہی نہیں کہا جاتا بلکہ اسمائے حسنیٰ کہا جاتا ہے جیسا کہ ان آیات کریمہ سے ثابت ہے۔
۳: اللہ کے سارے نام مشتق (الفاظ و کلام سے نکالے گئے) ہیں جو کہ معانی پر دلالت کرتے ہیں (اور) یہ (اس کی) صفات ہیں۔ مثلاً عزیز عزت پر، حکیم حکمت پر، کریم کرم پر، عظیم عظمت پر، لطیف لطف پر اور رحمن الرحیم رحمت پر دلالت کرتے ہیں، اور یہی مفہوم دوسرے ناموں میں بھی ہے۔
اللہ کے ناموں میں کوئی اسم جامد نہیں۔ بعض علماء نے جو اللہ کے ناموں میں ”الدھر“ شمار کیا ہے تو یہ صحیح نہیں ہے۔ حدیث قدسی ہے (کہ اللہ فرماتا ہے):

”يُوْذِيْنِي ابْنُ اٰدَمَ يَسْبُ الدَّهْرَ وَاَنَا الدَّهْرُ بِيَدِي الْاَمْرَ اَقْلَبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ“ ابن آدم مجھے ایذا (تکلیف) دیتا ہے (یعنی غضب دلاتا ہے) وہ الدھر (زمانے) کو گالیاں دیتا ہے اور میں الدھر (بدلانے والا) ہوں۔ اختیار میرے ہاتھ میں ہے، دن اور رات کو میں ہی پھیرتا ہوں (صحیح بخاری: ۴۸۲۶ و صحیح مسلم: ۲۲۴۶)
یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ اللہ کے ناموں میں ”الدھر“ بھی ہے کیونکہ الدھر زمانے کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی دن و رات کو پھیرتا (پے در پے لاتا) ہے، پس جس نے مُقَلَّب (جسے پھیرا جاتا ہے) یعنی زمانے کو گالی دی تو اس کی گالی مُقَلَّب (جو پھیرنے والا ہے) یعنی اللہ کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ اس کو اللہ نے اپنے قول ”اختیار میرے ہاتھ میں ہے، دن اور رات کو میں پھیرتا ہوں“ سے بیان کیا ہے۔ رہیں صفات تو ہر صفت سے نام نہیں نکالا جاتا کیونکہ بعض صفات باری تعالیٰ ذاتی ہیں: الوجہ (چہرہ) ید (ہاتھ) اور قدم۔ ان سے ناموں کا استخراج نہیں ہوتا۔ اور اللہ کی بعض صفات فعلیہ ہیں: الاستھزاء، کید اور مکر۔ ان سے بھی نام نہیں نکالے جاتے اور نہ تو اللہ کو مکر، مستہزئ اور کائد کہنا جائز ہے۔^(۱)

میں کہتا ہوں کہ بات سے بات نکلتی ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے ثابۃ مشتق ہیں جو معانی پر دلالت کرتے ہیں، ان میں کوئی اسم جامد نہیں ہے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں ط اور لیس کا کوئی ثبوت ہے۔^(۲)
ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ”قرآن اور سورتوں کے ناموں کے ساتھ نام رکھنا ممنوع ہے، جیسے طہ، یسّٰ اور حَمّ، سُبھلی (ایک مشہور عالم) نے ذکر کیا ہے کہ (امام) مالک نے یاسین نام رکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔^(۳)
عوام جو سمجھتے ہیں کہ یاسین اور طہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے ہیں، تو یہ صحیح نہیں ہے۔ اس بارے میں کوئی حدیث نہیں، نہ صحیح نہ حسن اور نہ مرسل (یعنی منقطع) اور نہ یہ کسی صحابی کا قول ہے۔ یہ حروف (مقطعات) الم جم اور الر وغیرہ کی طرح ہیں۔“ (تحفۃ المودود ص ۱۲۷)

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ بُری صفات مثلاً ”امکان کذب باری تعالیٰ“ کا انتساب صریحاً کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کوئی نہیں ہے اور وہ تمام بُری صفات سے پاک ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ بُری صفات منسوب کرتا ہے وہ کافر ہے۔ تعالیٰ اللہ عما یقولون علواً کبیراً
(۲) بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کی مشابہت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ننانوے نام بنا رکھے ہیں۔ اس کا کوئی ثبوت کتاب و سنت میں نہیں ہے۔ (۳) اس کی سند امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ تک معلوم نہیں ہے۔ واللہ اعلم

ہو سکتا ہے عوام کی غلطی کی وجہ یہ ہو کہ سورت طہ اور سورت یس میں ان حروف مقطعات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے یہ لوگ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے سمجھ بیٹھے ہیں۔ حالانکہ سورت اعراف اور سورت ابراہیم میں بھی حروف مقطعات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اور یہ نہیں کہا جاتا کہ لمص اور المر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے ہیں۔

۴: اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام کسی (خاص) تعداد میں محصور نہیں ہیں بلکہ ان میں سے بعض نام ایسے ہیں جو اللہ عزوجل نے لوگوں کو بتائے ہیں اور بعض کو اپنے علم غیب میں رکھا ہے۔

اس بات کی دلیل وہ حدیث ہے جسے (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی کسی مصیبت اور غم میں مبتلا ہو، پھر یہ دعا پڑھے: ”اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ، ابْنُ عَبْدِكَ، ابْنُ أُمَّتِكَ، نَاصِيَتِي بِيَدِكَ، مَاضٍ فِي حُكْمِكَ، عَدْلٌ فِي قَضَائِكَ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَوْ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي وَنُورَ صَدْرِي وَجَلَاءَ حُزْنِي وَذَهَابَ هَمِّي“ اے اللہ بے شک میں تیرا بندہ ہوں تیرے بندے کا بیٹا ہوں تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ تیرا حکم مجھ پر جاری و ساری ہے۔ میرے بارے میں تیرا فیصلہ عدل و انصاف والا ہے۔ میں تجھ سے تیرے ہر نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں، جو نام تُو نے اپنے لیے رکھا ہے یا اپنے پاس علم الغیب میں ہی رکھا ہے۔ تُو قرآن کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور بنادے اور میری مصیبت و غم کو دور کر دے، تو اللہ اس کے غم و مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور اس کے بدلے اسے خوشی عطا فرماتا ہے۔ کہا گیا کہ: یا رسول اللہ! کیا ہم اس (دعا) کو یاد کر لیں؟ تو آپ نے فرمایا: جو شخص اسے سُن لے تو چاہیے کہ وہ اسے یاد کر لے (مسند احمد ۱/۳۹۱ ح ۳۷۱۲)

اس روایت کو شعیب الارنؤوط اور ان کے دونوں ساتھیوں نے ضعیف کہا ہے لیکن حافظ ابن حجر نے اسے حسن اور (شیخ) البانی نے السلسلۃ الصحیحہ (۱۹۸، ۱۹۹) میں صحیح کہا ہے۔ ابن القیم نے اپنی کتاب شفاء العلیل کے ستائیسویں باب میں اس حدیث کو صحیح^(۱) قرار دے کر اس کی لمبی شرح کی ہے (ص ۳۶۹ تا ۳۷۴)

اصل یہ ہے کہ (اللہ کے) نام کسی خاص تعداد میں منحصر نہیں ہیں، سوائے اس کے کہ کوئی دلیل اس پر دلالت کرے، اور مجھے اس کی کوئی دلیل معلوم نہیں ہے۔

ربی وہ حدیث جسے بخاری (۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴

یہ حدیث اس تعداد (ننانوے) میں، اللہ کے ناموں کو منحصر کرنے کی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ تو اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ کے ناموں میں سے ننانوے نام ایسے ہیں، جنہیں اگر کوئی یاد کر لے تو جنت میں داخل ہوگا۔ جیسے اگر کوئی کہے کہ میرے پاس سو کتابیں ہیں جنہیں میں نے طالب علموں کے لیے تیار کیا ہے تو یہ اس کی دلیل نہیں ہے کہ اس کے پاس سو سے زیادہ کتابیں نہیں ہیں۔

۵: اللہ تعالیٰ کے (ننانوے) ناموں کی تعداد بیان کرنے کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (دیکھئے ص ۴۱) بعض علماء نے اجتہاد کر کے کتاب وسنت سے (اللہ کے) ننانوے نام نکالے ہیں، ان علماء میں سے حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۲۱۵/۱۱) اور التلخیص الحبیہ (۱۷۲/۴) میں، اور شیخ محمد بن العثیمین نے اپنی کتاب ”القواعد المشملی“ (ص ۱۵، ۱۶) میں یہ تعداد جمع کی ہے۔ یہ تینوں کتابیں اکثر ناموں (کے ذکر) میں ایک دوسرے سے متفق ہیں اور بعض میں ایسے نام مذکور ہیں جو دوسری کتاب میں نہیں ہیں۔ اللہ کے اسماء حسنیٰ میں سے ننانوے نام، حروف تہجی پر مرتب کئے ہوئے، میں یہاں بیان کرتا ہوں۔ ہر نام کے ساتھ کتاب وسنت سے دلیل مذکور ہے۔ ان ناموں میں تین مذکورہ کتابوں پر دو نام اضافہ کئے گئے ہیں۔ الستیر اور الدیان

۱: اللہ، اس کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر ہی ہوتا ہے۔ یہ بعض اوقات (جملوں میں) مبتدا بن کر آتا ہے اور اپنے ناموں کی خبر دیتا ہے۔ مثلاً ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ اور اللہ غفور رحیم ہے (البقرہ: ۱۲۸) ﴿وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ اور اللہ عزیز (زبردست) حکیم ہے (البقرہ: ۲۲۸) اور اللہ کی طرف اس کے نام منسوب کیے جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی﴾ اور اللہ کے لیے اسماء حسنیٰ ہیں (الاعراف: ۱۸۰)

اور اللہ کا ارشاد ہے کہ ﴿لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی﴾ اسی کے لیے اسماء حسنیٰ ہیں (طہ: ۸)

۲: اَلْاٰخِرُ، اس کی دلیل آیت ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ﴾ ہے، وہی اول اور وہی آخر ہے (الحج: ۳)

۳: اَلْاَحَدُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کہہ دو، وہ اللہ ایک ہے (الاخلاص: ۱)

۴: اَلْاَعْلٰی، اس کی دلیل یہ ہے ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی﴾ اپنے اعلیٰ رب کی تسبیح بیان کر (الاعلیٰ: ۱)

۵: اَلْاَكْرَمُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿اَقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ﴾ پڑھ اور تیرا رب اکرم (سب سے زیادہ کرم کرنے والا) ہے (العلق: ۳)

۶: اَلْاَلَمُ، اس کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْا الْهِنِّ اٰثِنِيْنَ ۚ اِنَّمَا هُوَ الْاَلَمُ وَاجِدٌ ۚ فَآثِنِيْ فَارْهَبُوْا﴾ اور اللہ نے فرمایا: دوالہ نہ بناؤ، وہ تو صرف ایک الہ (معبود برحق) ہے، پس صرف مجھ ہی سے ڈرو (النحل: ۵۱)

۷: اَلْاَوَّلُ، اس کی دلیل یہ آیت ہے کہ ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ﴾ وہی اول (۱) اور وہی آخر ہے (الحج: ۳۰)

۸: اَلْبَارِئُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَلِيْقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ﴾ وہی اللہ خالق، باری (پیدا کرنے والا، اور)

(۱) الاول سے مراد اللہ ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۲۷۱۳)

بعض الناس ”الاول“ سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم لیتے ہیں لیکن اس کی کوئی دلیل کتاب وسنت و اجماع و آثار سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے۔

مصور ہے (الحشر: ۲۴)

۹: الْبَاطِنُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾ وہی اول، آخر، ظاہر (غالب) اور باطن ہے (الحمد: ۳)

۱۰: الْبَرُّ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ﴾ بے شک وہی بر (بڑا محسن، اور) رحیم (انتہائی مہربان) ہے (الطور: ۲۸)

۱۱: الْبَصِيرُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ اس (اللہ) کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سمیع (سننے والا) بصیر (دیکھنے والا) ہے (الشوری: ۱۱)

۱۲: التَّوَّابُ، اس کی دلیل یہ ہے کہ ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ﴾ اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تواب (توبہ قبول فرمانے والا) رحیم ہے (الحجرات: ۱۲)

۱۳: الْجَبَّارُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيَّمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ﴾ اللہ وہی ذات ہے جس کے علاوہ دوسرا کوئی الہ (معبود برحق) نہیں، وہی الملک (بادشاہ)، القدوس، السلام، المؤمن، المہمین (نگہبان و محافظ)، الجبار (اور) المتکبر ہے (الحشر: ۲۳)

۱۴: الْجَمِيلُ، اس کی دلیل یہ حدیث ہے ”إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ“ بے شک اللہ جمیل (خوبصورت) ہے، جمال (خوبصورتی) کو پسند کرتا ہے (صحیح مسلم: ۱۴۷)

۱۵: الْحَافِظُ، اس کی دلیل یہ آیت ہے ﴿فَاللَّهُ خَيْرٌ حَفِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ﴾ پس اللہ بہترین حافظ (نگہبان) ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے (یوسف: ۶۴)

۱۶: الْحَسِيبُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا﴾ اور اللہ ہی کو حسیب (حساب لینے والا) سمجھنا کافی ہے (النساء: ۶)

۱۷: الْحَفِيفُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿إِنَّ رَبِّي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيفٌ﴾ بے شک میرا رب ہر چیز پر حفیف (خفایت و نگہبانی کرنے والا) ہے (ہود: ۵۷)

۱۸: الْحَقُّ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنْ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ﴾ یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور یہ (مشرکین) اُس (اللہ) کے سوا جس کو پکارتے ہیں وہ باطل ہے (الحج: ۲۲)

۱۹: الْحَكَمُ، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں آیا ہے کہ ”إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَكَمُ وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ“ بے شک اللہ ہی حکم (فیصلہ کرنے والا) ہے اور اسی کی طرف فیصلہ لے جایا جاتا ہے (سنن ابی داود: ۴۹۵۵ و اسنادہ حسن)

۲۰: الْحَكِيمُ، اس کی دلیل یہ آیت ہے ﴿سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے، سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور وہی عزیز (زبردست اور) حکیم (حکمت والا) ہے (الحشر: ۱)

۲۱: اَلْحَلِيمُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ اور اللہ غفور حلیم (بردار) ہے (البقرہ: ۲۲۵)
۲۲: اَلْحَمِيْدُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿وَهُوَ اَلْوَلِيُّ اَلْحَمِيْدُ﴾ اور وہی (اللہ) ولی (مددگار) حمید (حمدا والا) ہے
(الشوری: ۲۸)

۲۳: اَلْحَيُّ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿هُوَ اَلْحَيُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ وہی الہی (زندہ
جاوید) ہے، اس کے سوا کوئی الہ نہیں، پس خالص اسی کے دین کے ہو کر اُسے ہی پکارو (المومن: ۶۵)
۲۴: اَلْحَبِيْبُ، اس کی دلیل حدیث ہے کہ ”اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَبِيْبِي سَتِيْرٌ، يَحِبُّ الْحَيَاءَ وَالسَّتْرَ“ بے شک
اللہ جی (حیا کرنے والا، اور) ستیر (پردہ ڈالنے والا) ہے۔ وہ حیا اور (دوسروں کے عیبوں پر) پردے ڈالنے کو پسند کرتا
ہے (سنن ابی داود: ۴۰۱۳ وغیرہ ولساندہ حسن)

۲۵: اَلْخَالِقُ، اس کی دلیل یہ آیت ہے کہ ﴿هُوَ اَللّٰهُ اَلْخَلِيْقُ اَلْبَارِئُ اَلْمُصَوِّرُ﴾ دیکھئے فقرہ: ۸
۲۶: اَلْخَبِيْرُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿قَالَ نَبَاْنِي الْعَلِيْمُ اَلْخَبِيْرُ﴾ اس (رسول) نے کہا: مجھے علیم (و) خبیر (خبر رکھنے
والا ہے) نے خبر دی ہے (التحریم: ۳)

۲۷: اَلْخَلّٰقُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَلْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ﴾ بے شک تیرا رب ہی خلاق (بہترین پیدا
کرنے والا) علیم ہے (الحجر: ۸۶)

۲۸: اَلدِّيْنُ، اس کی دلیل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ: ”اللہ بندوں یا انسانوں کو (دوبارہ زندہ کر کے)
اکٹھا کرے گا، لوگ ننگے، بغیر ختنہ کئے اور بہم ہوں گے (راوی کہتے ہیں کہ) ہم نے پوچھا: بہم کسے کہتے ہیں؟ آپ
(صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جن کے ساتھ کوئی چیز نہ ہو، پھر اللہ ایسی آواز سے اپنے بندوں کو پکارے گا جس آواز کو
دور اور قریب والے ایک جیسا سنیں گے: میں / الملک ہوں، میں الدیان ہوں / الخ (اسے حاکم نے المستدرک میں دو
جگہ روایت کیا ہے ۲/۴۳۸، ۴/۵۷۴) حاکم اور ذہبی نے صحیح اور حافظ (ابن حجر) نے فتح الباری میں (۱/۱۷۴) اور البانی
نے صحیح الادب المفرد (۷۴۶) میں حسن کہا ہے۔

۲۹: اَلرَّبُّ، اس کی دلیل یہ آیت ہے ﴿سَلِّمْ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيْمٍ﴾ سلامتی ہو، یہ رب رحیم کا قول ہے
(یس: ۵۸)

۳۰: اَلرَّحْمٰنُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ اَلرَّحْمٰنُ اَلرَّحِيْمُ ﴿سب تعریفیں اللہ ہی
کے لیے ہیں جو رب العالمین ہے، رحمن (بہت رحم کرنے والا) رحیم ہے (الفاتحہ: ۲۱)

۳۱: اَلرَّحِيْمُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿وَاللّٰهُكُم اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلرَّحْمٰنُ اَلرَّحِيْمُ﴾ اور تمہارا الہ
(معبود برحق) ایک الہ ہے، اس کے سوا دوسرا کوئی الہ نہیں، وہی رحمن (و) رحیم ہے (البقرہ: ۱۶۳)

۳۲: اَلرَّزّٰقُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزّٰقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ بے شک اللہ ہی رزاق (رزق دینے
والا) قوت والا، متین (مضبوط و طاقتور) ہے (الذاریات: ۵۸)

۳۳: الرَّقِيبُ، اس کی دلیل حدیث ہے ”إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرَّفِيقَ“ بے شک اللہ رفیق (مہربان دوست) ہے، نرمی کو پسند کرتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۹۴۷ صحیح مسلم: ۲۵۹۳)

۳۴: الرَّقِيبُ، اس کی دلیل یہ آیت ہے ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ رَقِيبًا﴾ اور اللہ ہر چیز پر رقیب (نگہبان و محافظ) ہے (الاحزاب: ۵۲)

۳۵: الْرَّءُوفُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَّءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ بے شک تمہارا رب رؤف (انتہائی مہربان اور) رحیم ہے (النمل: ۷)

۳۶: السُّبُّوحُ، اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ ”سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ“ ”سبوح (ہر برائی اور عیب سے بالکل پاک اور برتر) قدوس ہے، ملائکہ اور روح کا رب ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۸۷)

۳۷: السَّيِّئُ، اس کی دلیل اسم الحیی کے تحت گزر چکی ہے، فقرہ: ۲۴
۳۸: السَّلَامُ، دلیل یہ ہے ﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ﴾ دیکھئے فقرہ: ۱۳
۳۹: السَّمِيعُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَ كَمَا تَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ اور اللہ تمہاری گفتگو سن رہا تھا، بے شک اللہ سمیع (سب سننے والا) بصیر ہے (المجادلہ: ۱)

۴۰: السَّيِّدُ، اس کی دلیل میں ہے ”السَّيِّدُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى“ السید (سرदार) اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ (سنن ابی داود: ۴۸۰۶ و اسنادہ صحیح)

۴۱: الشَّافِي، اس کی دلیل حدیث ہے ”اشف أنت الشافي لا شافي إلا أنت“ شفا دے تو (ہی) شافی (شفا دینے والا) ہے، تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں۔ (صحیح بخاری: ۵۷۷۷ صحیح مسلم: ۲۱۹۱)

۴۲: الشَّاكِرُ، اس کی دلیل یہ آیت ہے ﴿وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا﴾ اور اللہ شاکر (قدر دان) علیم ہے (النساء: ۱۴۷)

۴۳: الشُّكُورُ، دلیل یہ ہے ﴿إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ﴾ بے شک ہمارا رب ضرور غفور شکور (بہت قدر دان) ہے (فاطر: ۳۴)

۴۴: الشَّهِيدُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ کیا آپ کے رب کے لیے یہ کافی نہیں کہ وہ ہر چیز پر شہید (گواہ) ہے (حم السجدہ: ۵۳)

۴۵: الصَّمَدُ، دلیل یہ ہے ﴿اللَّهُ الصَّمَدُ﴾ اللہ صمد (بے نیاز) ہے (الاعلاص: ۲)

۴۶: الطَّيِّبُ، اس کی دلیل حدیث ہے کہ ”إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ وَلَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا“ بے شک اللہ طیب (پاک) ہے اور وہ صرف طیب ہی قبول کرتا ہے (صحیح مسلم: ۱۰۱۵)

۴۷: الظَّاهِرُ، اس کی دلیل کے لیے دیکھئے فقرہ: ۹

۴۸: الْعَزِيزُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿يَسْبَحُ لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ آسمانوں

- اور زمین میں جو کچھ ہے اُسی کی تسبیح کرتا ہے اور وہ عزیز (زبردست) حکیم ہے (الحشر: ۲۴)
- ۴۹: اَلْعَظِيمُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿وَلَا يَسْتَوِي دَرَجَتُهُمَا ۚ وَهُوَ اَعْلٰی الْعَظِيمِ﴾ اور ان کی حفاظت اُسے نہیں تھکاتی اور وہ اعلیٰ العظیم ہے (البقرہ: ۲۵۵)
- ۵۰: اَلْعَفُوُّ، دلیل یہ ہے ﴿وَاِنَّهُمْ لَيَقُولُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا ۚ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ﴾ اور بے شک یہ لوگ منکر اور جھوٹی بات کہتے ہیں، اور بے شک اللہ غفور (معاف کرنے والا) غفور ہے (المجادلہ: ۲)
- ۵۱: اَلْعَلِيْمُ، دلیل یہ ہے ﴿وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ اَعْلٰمُ الْحَكِيْمِ﴾ اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ علیم (سب سے زیادہ علم والا) حکیم ہے (التحریم: ۲)
- ۵۲: اَلْعَلِیُّ، دلیل یہ ہے ﴿اِنَّهٗ عَلِیُّ حَكِيْمٌ﴾ بے شک وہ علی (بلند) حکیم ہے (الشوریٰ: ۵۱)
- ۵۳: اَلْغَالِبُ، دلیل یہ ہے ﴿وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ اور اللہ اپنے امر (حکم) پر غالب ہے، لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے (یوسف: ۲۱)
- ۵۴: اَلْغَفَّارُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرْ لِیْ رَبِّکُمْ اِنَّہٗ كَانَ غَفَّارًا﴾ پس میں نے کہا: اپنے رب سے استغفار کرو (گناہوں کی معافی مانگو) بے شک وہ غفار (گناہ معاف فرمانے والا) ہے (نوح: ۱۰)
- ۵۵: اَلْغَفُوْرُ، دلیل یہ ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ۚ اِنَّہٗ ہُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ بے شک اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، بے شک وہ غفور (گناہ معاف فرمانے والا) رحیم ہے (الزمر: ۵۳)
- ۵۶: اَلْغَنِیُّ، دلیل یہ ہے ﴿وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمْ الْفُقَرٰآءُ﴾ اور اللہ غنی ہے اور تم فقیر (محتاج) ہو۔ (محمد: ۳۸)
- ۵۷: اَلْفَتّٰحُ، دلیل یہ ہے ﴿قُلْ یٰجَمْعُ بَیْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ یَفْتَحْ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ ۚ وَهُوَ الْفَتّٰحُ الْعَلِیْمُ﴾ کہہ دو، ہمارا رب ہمیں اکٹھا کرے گا، پھر حق کے ساتھ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے گا اور وہی فاتح (رحمت و رزق کے دروازے کھولنے والا، فیصلہ کرنے والا) ہے (سبا: ۲۶)
- ۵۸: اَلْقَادِرُ، دلیل یہ ہے ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰی اَنْ یَّعِثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِکُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِکُمْ﴾ کہہ دو، وہ (اللہ) قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر (آسمان) سے یا تمہارے نیچے (زمین) سے عذاب بھیج دے (الانعام: ۶۵)
- ۵۹: اَلْقَاهِرُ، دلیل یہ ہے ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ ۚ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِیْرُ﴾ اور وہی اپنے بندوں پر قاهر (غالب) ہے اور وہی حکیم خبیر ہے (الانعام: ۱۸)
- ۶۰: اَلْقُدُّوْسُ، دلیل یہ ہے ﴿یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلٰٓئِکَةُ الْقُدُّوْسُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ اللہ ہی کی تسبیح بیان کرتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (وہی) ملک (بادشاہ) قدوس (عیوب و نقائص سے پاک و منزہ) حکیم ہے (الحجۃ: ۱)
- ۶۱: اَلْقَدِیْرُ، اس کی دلیل یہ ہے کہ ﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْ بَیْدِہٖ الْمُلْکُ ۚ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ برکتوں

والی ہے وہ ذات جس کے کے ہاتھ میں ملک (بادشاہی) ہے اور وہ ہر چیز پر قدیر ہے (الملک: ۱)

۶۲: الْقَرِيبُ، دلیل یہ ہے ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ط﴾ اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھتے ہیں تو (بتادیں) بے شک میں قریب ہوں (البقرہ: ۱۸۶)

۶۳: الْقَهَّارُ، دلیل یہ ہے ﴿وَيَرْزُقُكَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ اور وہ (سب) ایک اللہ قہار (سب پر قابو غالب) کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے (ابراہیم: ۴۸)

۶۴: الْقَوِيُّ، دلیل یہ ہے ﴿يَرْزُقُكَ مِنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ﴾ وہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور وہی القوی (سب سے زیادہ قوت والا) عزیز ہے (الشوریٰ: ۱۹)

۶۵: الْقَيُّومُ، دلیل یہ ہے ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہی الحی (زندہ جاوید) القیوم (بذات خود قائم و دائم اور ہر چیز پر محافظ و نگران) ہے (البقرہ: ۲۵۵)

۶۶: الْكَبِيرُ، دلیل یہ ہے ﴿ذَلِكَ بَأْنُ اللَّهِ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ یہ اس لئے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور یہ (مشرکین) اُس (اللہ) کے سوا جس کو پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور بے شک اللہ ہی العلیٰ الکبیر (سب سے بڑا) ہے (الحج: ۶۲)

۶۷: الْكَرِيمُ، دلیل یہ ہے ﴿يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ﴾ اے انسان! تجھے اپنے کریم (کرموں والے) رب کے بارے میں کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا ہے؟ (الانفطار: ۶)

۶۸: الْكَفِيلُ، دلیل یہ آیت ہے ﴿وَلَا تَقْضُوا الْإِيمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ط﴾ اور مضبوط قسمیں کھانے کے بعد انہیں نہ توڑو اور (حال یہ ہے کہ) تم نے اللہ کو اپنے اوپر کفیل (کفالت کرنے والا، ضامن) بنا (یعنی تسلیم) کر رکھا ہے۔ (النحل: ۹۱)

دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس میں بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا قصہ بیان ہوا ہے جس نے اپنے قرض دہندہ کو کہا تھا ”کفی باللہ وکیلاً“ اللہ کا وکیل ہونا کافی ہے (صحیح البخاری: ۲۲۹۱)

۶۹: اللَّطِيفُ، دلیل یہ ہے ﴿إِلَّا لَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے؟ اور وہی لطیف (تمام اسرار سے واقف، باریک بین) خبیر ہے (الملک: ۱۴)

۷۰: الْمُبِينُ، دلیل یہ ہے ﴿يَوْمَئِذٍ يُوفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ﴾ اس دن اللہ انہیں اُن کے دین حق کا پورا بدلہ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ ہی حق مبین (واضح کرنے والا) ہے (النور: ۲۵)

۷۱: الْمُتَعَالُ، دلیل یہ ہے ﴿عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ﴾ غیب و ظاہر کا جاننے والا، کبیر اور متعال (بہت بلند) ہے (الرعد: ۹)

۷۲: الْمُتَكَبِّرُ، دلیل یہ ہے ﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ

الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ط (دیکھئے فقرہ: ۱۳)

۷۳: اَلْمَتِينُ، دلیل یہ ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ﴾ (دیکھئے فقرہ: ۳۲)

۷۴: اَلْمُجِيبُ، دلیل یہ ہے ﴿اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيبٌ﴾ بے شک میرا رب قریب مجیب ہے (ہود: ۶۱)

۷۵: اَلْمَجِيْدُ، دلیل یہ ہے ﴿رَحِمْتُ اللّٰهَ وَبَرَكَتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ﴾

اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں، بے شک وہ (اللہ) حمید مجید (بزرگی والا) ہے (ہود: ۷۳)

۷۶: اَلْمُحْسِنُ، اس کی دلیل حدیث ہے کہ ”اِنَّ اللّٰهَ مُحْسِنٌ يَّحِبُّ الْمُحْسِنِينَ“ بے شک اللہ محسن (احسان

کرنے والا) ہے وہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (الدييات لابن أبي عاصم ص ۵۶ والکامل لابن

عدی ۲۱۴۵/۶ و اخبار أصبهان لأبي نعيم ۱۱۳/۲، اس کی سند حسن ہے جیسا کہ شیخ البانی نے سلسلہ

الصحيحة: ۴۷۰ میں ذکر کیا ہے، نیز دیکھئے صحيح الجامع الصغير: ۱۸۱۹، ۱۸۲۰] و مصنف

عبدالرزاق ۴۹۱/۴ ح ۸۶۰۳ و سندہ حسن، عبدالرزاق صرح بالسماع عند الطبرانی فی الکبیر ۷/۷۲، وروی

البیهقي ۲۸۰/۹ لفظ: ”اِنَّ اللّٰهَ مُحْسَنٌ“ و سندہ صحیح / مترجم]

۷۷: اَلْمُحِيطُ، دلیل یہ ہے ﴿لَا اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ﴾ خبردار، بے شک وہ (اللہ) ہر چیز کو محیط (گھیرے ہوئے)

ہے (حم السجدہ: ۵۴)

۷۸: اَلْمُصَوِّرُ، دلیل یہ ہے ﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَلِيْقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ﴾ (دیکھئے فقرہ: ۸)

۷۹: اَلْمُعْطِيُ، دلیل یہ حدیث ہے ”وَاللّٰهُ الْمُعْطِيُ وَاَنَا الْقَاسِمُ“ اللہ دینے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں (صحیح بخاری: ۳۱۱۶)

۸۰: اَلْمُقْتَدِرُ، دلیل یہ آیت ہے ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا﴾ اور اللہ ہر چیز پر مقتدر (قدرت رکھنے

والا) ہے۔ (الکھف: ۴۵)

۸۱: اَلْمُقَدِّمُ، دلیل یہ حدیث ہے ”اَنْتَ الْمَقْدِمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخَّرُ“ تو ہی مقدم (آگے لانے والا) اور تو ہی مؤخر (پچھے

ہٹانے والا) ہے (صحیح بخاری: ۱۱۲۰ و صحیح مسلم: ۷۷۱)

۸۲: اَلْمُقِيْثُ، دلیل یہ آیت ہے ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْثًا﴾ اور اللہ ہر چیز پر مقیث (ہر جاندار کو

رزق اور خوراک عطا کرنے والا) ہے۔ (النساء: ۸۵)

۸۳: اَلْمَلِكُ، دلیل یہ آیت ہے ﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ﴾ (دیکھئے فقرہ: ۱۳)

۸۴: اَلْمَلِيْكُ، دلیل یہ ہے کہ ﴿فِيْ مَقْعَدِ صَدَقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ وہ ملکہ (بادشاہ) مقتدر کے پاس

تھی بیٹھک میں (بیٹھے) ہوں گے (القم: ۵۵)

۸۵: اَلْمَنَّانُ، دلیل حدیث ہے کہ ”اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ“ اے اللہ!

میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ تیرے لیے ہی (ہر قسم) کی حمد ہے، تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں، تُو المنان (احسان کرنے والا)

ہے۔ (سنن ابی داود: ۱۴۹۵ اور اسنادہ حسن)

۸۶: اَلْمُهَيَّمِنُ، دلیل کے لیے دیکھئے فقرہ: ۱۳

۸۷: اَلْمُوَخَّرُ، دلیل کے لیے دیکھئے فقرہ: ۱۸

۸۸: اَلْمَوْلَى، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ﴾ بہترین مولیٰ (کارساز) اور بہترین مدگار (اللہ) ہے۔ (الانفال: ۴۰)

۸۹: اَلْمُؤْمِنُ، دیکھئے فقرہ: ۱۳

۹۰: اَلنَّصِيرُ، دلیل یہ آیت ہے ﴿وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ وَلِيًّا وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ نَصِيرًا﴾ اللہ کا ولی ہونا کافی ہے اور اللہ کا نصیر (مدگار) ہونا کافی ہے (النساء: ۴۵)

۹۱: اَلْهَادِي، دلیل یہ ہے ﴿وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا﴾ اور تیرے رب کا ہادی (ہدایت دینے والا) اور نصیر ہونا کافی ہے۔ (الفرقان: ۳۱)

۹۲: اَلْوَاحِدُ، دلیل یہ ہے ﴿قُلِ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ کہہ دو، اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہی الواحد (اکیلا) قہار ہے (الرعد: ۱۶)

۹۳: اَلْوَارِثُ، دلیل یہ ہے ﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ﴾ اور بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔ (الحجر: ۲۳)

۹۴: اَلْوَاسِعُ، دلیل یہ ہے ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيَنَّمَا تُؤَلُّوْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ اور مشرق اور مغرب اللہ ہی کے ہیں، پس تم جس طرف منہ پھیرو اسی طرح اللہ کا وجہ (چہرہ) ہے، بے شک اللہ واسع (وسعتوں والا) علیم ہے (البقرة: ۱۱۵)

۹۵: اَلْوِتْرُ، اس کی دلیل حدیث ہے کہ ”اِنَّ اللّٰهَ وَتَرِيحِبُ الْوِتْرَ“ بے شک اللہ وتر (ایک) ہے، وتر کو پسند کرتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۴۱۰ و صحیح مسلم: ۲۶۷۷)

۹۶: اَلْوُدُودُ، دلیل یہ ہے ﴿اِنَّهُ هُوَ يُبْدِي وَيُعِيْدُ ۝ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ﴾ بے شک وہی (اللہ) ابتدا کرتا ہے اور لوٹاتا ہے اور وہی غفور و ودود (محبت کرنے والا) ہے (البروج: ۱۳/۱۴)

۹۷: اَلْوَكِيْلُ، دلیل یہ ہے ﴿فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ پس ان کا ایمان زیادہ ہو گیا اور انہوں نے کہا: ہمارے لئے ہمارا رب کافی ہے اور وہ بہترین الوکیل (رزق و معاش کا نفیل) ہے (آل عمران: ۱۷۳)

۹۸: اَلْوَلِيّٰ، دلیل یہ ہے ﴿فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتٰی﴾ پس اللہ ہی الولیٰ (مدگار، دوست) ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ (الشوری: ۹)

۹۹: اَلْوَهَّابُ، دلیل یہ آیت ہے کہ ﴿رَبَّنَا لَا تُرِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ اے ہمارے رب، ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھانہ کرنا، اور اپنی طرف سے ہمیں رحمت عطا فرما، بے شک تو الوہاب (عطا فرمانے والا) ہے (آل عمران: ۸)

حدیث میں بیان شدہ اللہ کے اسماءِ حسنیٰ (ننانوے ناموں) کی موافقت کرتے ہوئے ابن القیم نے اپنی کتاب اعلام الموقعین (۱۳۹/۳، ۱۷۱) میں سدِّ ذرائع کے قاعدے کی تائید کے لئے ننانوے وجوہ (دلیلیں) بیان کی ہیں اور اسی پر اقتضار کیا ہے۔

(سدِّ ذرائع کا مطلب یہ ہے کہ کتاب و سنت کے خلاف تمام راستوں کو بند کر دینا تاکہ بُرائی کا سدِّ باب ہو جائے / مترجم) اور میں نے اپنی کتاب ”دراسة حدیث: نصر الله امرأسمع مقالتي، رواية ودرایة“ میں اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے ننانوے فائدے بیان کئے ہیں (ص ۲۰۱ تا ۲۱۰) یہ حدیث نصر اللہ راجح اپنے الفاظ کثیرہ کے ساتھ مختصر و مطول مروی ہے۔^(۱)

۶: اللہ کے بعض نام ایسے ہیں جو دوسروں پر بھی استعمال کئے جاتے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ تمہارے پاس تمہاری اپنی جانوں میں سے رسول آگیا، جسے تم مشکل سمجھتے ہو وہ اس پر گراں (گزرنا) ہے، تمہاری بہتری چاہنے والا، مؤمنین پر رؤف رحیم ہے (التوبہ: ۱۲۸) اور فرمایا: ﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ بے شک ہم نے انسان کو (مرد و عورت کے) ملے جلے نطفے سے پیدا کیا (تاکہ) اسے آزمائیں، پھر ہم نے اسے سمیع (سننے والا) بصیر (دیکھنے والا) بنایا (الدھر: ۲) جن معانی پر یہ نام دلالت کرتے ہیں ان میں خالق مخلوق کے مشابہ نہیں اور نہ مخلوق خالق کے مشابہ ہے۔ بعض ایسے نام ہیں جو صرف اللہ کے بارے میں کہے جاسکتے ہیں کسی دوسرے کے بارے میں یہ نام کہنا جائز نہیں مثلاً اللہ، رحمن، خالق، باری، رازق اور الصمد (وغیرہ)

ابن کثیر سورہ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: ”خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض ناموں کا استعمال مخلوق کے بارے میں جائز ہے اور بعض کا استعمال مخلوق کے بارے میں جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ کا نام رحمن، خالق اور رازق وغیرہ کا استعمال مخلوق کے لیے جائز نہیں ہے“ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۱۹)

☆ ۱۰: ابن ابی زید القیر وانی فرماتے ہیں کہ: ”اللہ تعالیٰ اپنی تمام صفات اور ناموں کے ساتھ ہمیشہ سے ہے وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی صفات مخلوق ہوں یا اس کے نام محدث (نئے، غیر قدیم) ہوں“ اللہ ہی اپنی صفات کے ساتھ ازلی وابدی موصوف اور اپنے ناموں کے ساتھ موسوم ہے۔ اللہ نے اپنا ایسا کوئی نام نہیں رکھا جس کے ساتھ وہ پہلے موسوم نہیں تھا۔ اللہ کی صفات دو طرح کی ہیں۔

(۱) سنن الترمذی (۲۶۵۸) وقال: ”هذا حديث حسن صحيح“، ومسنده الحميدي (۸۹) وهو حديث صحيح / یہ حدیث متواتر ہے دیکھئے نظم المبتدئ من الحدیث التواتر (۳ ح)

اول: ذاتی صفات جو ذات کے ساتھ ازل وابد سے قائم و دائم ہیں، مشیت و ارادے سے متعلقہ نہیں ہیں مثلاً الوجہ (چہرہ) البید (ہاتھ) الحیاة (زندگی) السمع (سننا) البصر (دیکھنا) العلو (بلند ہونا)
دوم: صفات فعلیہ جو مشیت و ارادے سے متعلقہ ہیں جیسے الخلق (پیدا کرنا) الرزق (رزق دینا) الاستواء (مستوی و بلند ہونا) النزول (نازل ہونا) اور الجحی (آنا)

ان صفات کی نوعیت قدیم ہے اور ان کا نفاذ جدید ہے۔ اللہ ازل سے الخلق اور الرزق کی دونوں صفتوں سے موصوف ہے، ایسا نہیں ہے کہ وہ پہلے موصوف نہیں تھا اور بعد میں موصوف بن گیا۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بعد عرش پر استواء ہوا۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بعد نزول (کی صفت کا آغاز) ہوا۔ الجحی (آنے) کی صفت، ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق ہے کہ ﴿وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ اور تیرا رب اور فرشتے صف در صف آئیں گے (الفجر: ۲۲) اس صفت کا اظہار قیامت کے دن بندوں کے درمیان فیصلے کے وقت ہوگا اس کی صفت ”وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے“ نوعیت کے لحاظ سے قدیم ہے۔ اور یہ مختلف افعال ان اوقات میں ہوئے ہیں جب اللہ نے انہیں کرنا چاہا ہے۔ اپنی ذات و صفات کے لحاظ سے اللہ ہی خالق ہے اس کے سوا ہر چیز مخلوق ہے۔ اللہ کی صفتوں میں سے کوئی صفت مخلوق نہیں ہے اس کے نام محدث (جدید) نہیں ہیں اور نہ ان کے رکھنے کی کوئی ابتدا ہے۔

[قطف الجحی الدانی شرح مقدمۃ ابن ابی زید القیر وانی ص ۹۳] انتہی
بعض فوائد

☆ اہل سنت کے اس عقیدے (اللہ عرش پر مستوی ہوا) کے سراسر برعکس، اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب کہتے ہیں کہ: ”اور صفات قدیم ہیں تو جس وقت عرش نہ تھا استواء اُس وقت بھی تھا اور جس وقت سماء نہ تھا نزول الی السماء اُس وقت بھی تھا....“ (ملفوظات حکیم الامت ج ۶ ص ۱۰۲ ملفوظ: ۱۹۲)

تھانوی صاحب کے اس قول کا آسان الفاظ میں یہ مطلب ہے کہ جب عرش نہیں تھا تو اُس وقت بھی اللہ عرش پر مستوی تھا۔ اور جب آسمان دنیا نہیں تھا تو اُس وقت بھی ہر رات کو اللہ آسمان دنیا پر نازل ہوتا تھا۔ یہ قول سراسر بدعت ہے کتاب و سنت و اجماع اور آثار سلف صالحین اسے اس قول کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس قسم کے باطل اقوال کی مدد سے منکرین صفات باری تعالیٰ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی نہیں ہے اور نہ وہ آسمان دنیا پر ہر رات نازل ہوتا ہے۔ استواء علی العرش سے ان لوگوں کے نزدیک مراد استولی (غلبہ) اور نزول سے مراد رحمت کا نزول ہے۔

سبحانہ و تعالیٰ عما یقولون علواً کبیراً

☆ حافظ ابن حزم (متوفی ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں کہ: ”واتفقوا علی تحریم کل اسم معبد لغير الله عز وجل کعبد العزی و عبد هبل و عبد عمرو و عبد الکعبۃ و ما أشبه ذالک حاشا عبد المطلب“ اور اس پر اتفاق (اجماع) ہے کہ اللہ کے سوا، غیر اللہ سے عبد کے ساتھ منسوب ہر نام حرام ہے مثلاً عبد العزی، عبد ہبل، عبد عمرو، عبد الکعبہ اور جو ان سے مشابہ ہے سوائے عبد المطلب کے۔

(مراتب الاجماع ص ۱۵۴ باب / الصيد والضحايا والذبائح والعقيقة)

ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں کہ:

”ولا يجوز نحو عبد الحارث ولا عبد النبي ولا عبدة بما شاع فيما بين الناس“

اور عبد الحارث اور عبد النبي جیسے نام ناجائز ہیں۔ اور لوگوں میں جو مشہور ہو گیا ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۵۱۳ تحت ج ۵ ص ۲۷ باب الأسماء، الفصل الأول)

معلوم ہوا کہ عبد النبي، عبد الرسول اور عبد المصطفیٰ وغیرہ نام رکھنے جائز نہیں ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں اللہ اور رب کا فارسی و اردو وغیرہ زبانوں میں ترجمہ: خدا ہے۔ ابو الفضل محمود آلوسی البغدادی (متوفی ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ:

”وخلاصة الكلام في هذا المقام أن علماء الإسلام اتفقوا على جواز إطلاق الأسماء و الصفات على الباري تعالى إذا ورد بها الإذن من الشارع وعلى امتناعه إذا ورد المنع عنه، واختلفوا حيث لا إذن ولا منع في جواز إطلاقها ما كان سبحانه وتعالى متصفاً بمعناه ولم يكن من الأسماء الأعلام الموضوعية في سائر اللغات إذ ليس جواز إطلاق عليه تعالى محل نزاع لأحد، ولم يكن إطلاقه موهماً نقصاً بل كان مشعراً بالمدح فمنعه جمهور أهل الحق مطلقاً للخطر وجوزوه المعتزلة مطلقاً، ومال إليه القاضي أبو بكر لشيوع إطلاق خدا نحو وتكرى من غير تكبير فكان اجماعاً ورد بأن الإجماع كاف في الإذن الشرعي إذا ثبت“

اس مقام پر خلاصہ کلام یہ ہے کہ علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ باری تعالیٰ کے بارے میں ان اسماء و صفات کا اطلاق (مطلق استعمال) جائز ہے بشرطیکہ ان کے بارے میں شارع سے (شریعت میں) اجازت وارد ہے اور یہ نام ممنوع ہیں اگر ان کی ممانعت وارد (یعنی ثابت) ہے۔ جن ناموں کے بارے میں نہ اجازت ہے اور نہ منع، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے بارے میں ان کے جواز اطلاق میں اختلاف ہے اور اللہ ان ناموں کے مفہوم کے ساتھ موصوف ہے۔ تمام زبانوں میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو نام لیے جاتے ہیں، ان کے جواز اطلاق میں کسی کا بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (اگر اللہ کے بارے میں ایسا نام لیا جائے جو ان زبانوں میں نہیں ہے) اور اس نام کے اطلاق سے اللہ کی مدح ہوئی ہے۔ نقص (خامی) کا وہم نہیں ہوتا تو جمہور اہل حق نے خطرے کے پیش نظر اسے مطلقاً منع کر دیا ہے جبکہ معتزلہ اسے مطلقاً جائز سمجھتے ہیں۔

قاضی ابوبکر بھی اسی طرف مائل ہیں (کیونکہ اللہ رب کے بارے میں) خدا اور (ترکی زبان میں) تکرری کا لفظ بغیر انکار کے مطلقاً شائع (و مشہور) ہے پس یہ اجماع ہے (کہ خدا کا لفظ جائز ہے) اور رد کیا گیا (یا وارد ہوا کہ) بے شک اگر اجماع ثابت ہو جائے تو شرعی اجازت کے لئے کافی ہے، (روح المعانی ج ۵ جز ۹ ص ۱۲۱ تحت آیت: ۱۸۰ من سورة الاعراف)

اس طویل عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے لئے خدا کا لفظ بالاجماع جائز ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے قرآن مجید کے فارسی ترجمے میں جا بجا، بڑی کثرت سے خدا کا لفظ لکھا ہے مثلاً دیکھئے ص ۵ (مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ)

سعدی شیرازی (متوفی ۱۲۹۱ھ) نے بھی خدا اور خداوند کا لفظ کثرت سے استعمال کیا ہے مثلاً دیکھئے بوستان (ص ۱۰) مشہور اہل حدیث عالم فخر الہ آبادی (متوفی ۱۱۶۳ھ) نے فارسی زبان میں ایک بہترین رسالہ لکھا ہے جس کا نام ”رسالہ نجاتیہ“ ہے۔ اس رسالے میں انہوں نے ”خدا“ کا لفظ لکھا ہے مثلاً دیکھئے (ص ۴۲) اسی طرح اور بھی بہت سے حوالے ہیں۔ یہ کتابیں علماء و عوام میں مشہور و معروف رہی ہیں۔ کسی ایک مسلمان نے بھی یہ نہیں کہا کہ ”خدا“ کا لفظ ناجائز یا حرام یا شرک ہے۔ چودہویں پندرہویں صدی میں بعض لوگوں کا لفظ خدا کی مخالفت کرنا اجماع کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

☆ سنن الترمذی (۳۵۰۷) وغیرہ میں ایک حدیث مروی ہے جس میں اللہ کے ننانوے نام مذکور ہیں اس حدیث میں درج ذیل (۳۱) نام موجود ہیں جو کہ شیخ عبدالحسن العباد کی ترتیب میں مذکور نہیں ہیں۔ القابض، الباسط، الخافض، الرافع، المعز، المذل، العدل، الجلیل، الباعث، المحصی، المبدی، المعید، المحیی، الممیت، الواحد، الماجد، الوالی، المنتقم، مالک الملک، ذو الجلال والاكرام، المقسط، الجامع، المغنی، المانع، الضار، النافع، النور، البدیع، الباقي، الرشید، الصبور۔ اس روایت کی سند ولید بن مسلم کی تدلیس التوسیہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ وما علینا الا البلاغ (۲۷ جولائی ۲۰۰۵ء پٹنہ تحصیل کلکٹ، کوہستان، دیر بالا)

شذرات الذهب

تنویر حسین شاہ ہزاروی

امام عبدالعزیز بن رفیع رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۰ھ) فرماتے ہیں کہ: امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ”لا أدري“ مجھے اس کے متعلق علم نہیں ہے۔ عبدالعزیز بن رفیع فرماتے ہیں کہ امام عطاء سے کہا گیا کہ: ”لا تقول فیہا برأیک؟“ آپ نے اپنی رائے سے جواب کیوں نہیں دیتے۔ تو اس کے جواب میں امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے فرمایا: ”إني استحي من الله أن يدان في الأرض برأئي“ میں اللہ سے اس بات میں حیا کرتا ہوں کہ زمین میں میری رائے کو دین بنایا جائے۔ [سنن دارمی ۱/۴۷۱ ح ۱۰۸ و إسناده صحيح وأخرج عنه ابن عساكر في تاريخ دمشق ۲۶/۴۳، ۲۷، وإسناده صحيح]

امام عطاء رحمہ اللہ کے اس عمدہ قول سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث، اقوال صحابہ اور اجماع امت کے خلاف عقائد و احکام، عبادات ومعاملات میں اپنی رائے سے فتویٰ دینا گویا کہ اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کے مقابلے میں ایک نیا دین کھڑا کرنا ہے۔ اس عمدہ قول سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو اپنے اندھے مقلدین کو قیل و قال لیت و لعل اور خلاف قرآن وحدیث اور حیا سوز مسائل سے بھرپور کتابوں کے نفاذ پر ابھارتے ہیں۔

وضو اور اس کے اذکار

وضو اور اس کے اذکار کی بدعات اور سنت سے ان کا رد

وضو کے سلسلے میں عوام الناس کی بدعات، سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ کا رحم ہوا ہے، اور وہ ان بدعات سے بچے ہوتے ہیں،

زبان کے ساتھ وضو کی نیت

(بدعتی) کہتا ہے: ”میں فلاں نماز کے لئے وضو کی نیت کرتا ہوں....“ یہ ایسی منکر بدعت ہے جس پر کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہیں اور نہ یہ عقل مند لوگوں کا کام ہے، بلکہ اس فعل کا مرتکب صرف وسوسہ پرست، بیمار ذہن اور پاگل شخص ہی ہوتا ہے۔

میں اللہ کی قسم دیتے ہوئے آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ جب کھانے کا ارادہ کرتے ہیں تو کیا زبان سے نیت کرتے ہیں کہ: میں فلاں فلاں قسم کے صبح کے کھانے کی نیت کرتا ہوں۔!! یا جب آپ قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا میں داخل ہوتے ہیں تو کیا یہ کہتے ہیں کہ: میں چھوٹے یا بڑے پیشاب کرنے کی نیت کرتا ہوں؟! یا جب آپ اپنی بیوی سے جماع کا ارادہ کرتے ہیں تو کیا یہ کہتے ہیں کہ: میں اپنی بیوی فلاں بنت فلاں سے، نکاح کے بعد، جائز شرعی جماع کی نیت کرتا ہوں؟! ایسا کرنے والا شخص صرف پاگل و مجنون ہی ہو سکتا ہے۔

تمام عقل مند انسانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نیت کا مقام دل ہے (زبان نہیں) کسی چیز کے بارے میں آپ کے ارادہ کو نیت کہتے ہیں جس کے لئے آپ کو زبان کے ساتھ نیت کے تکلف کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ایسے الفاظ کہنے کی ضرورت ہے جو آپ کے ہونے والے عمل کو واضح کریں۔

نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ”إنما الأعمال بالنیات و إنما لكل امرئ ما نوى....“ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کو (مثلاً ثواب و عذاب) اس کی نیت کے مطابق ہی ملے گا۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب ماجاء أن الأعمال بالنیة والحسبة ج ۵۴، صحیح مسلم، کتاب الإمارة باب قوله ﷺ إنما الأعمال بالنیة ج ۱۹۰۷) یعنی اعمال وہی معتبر ہیں جن کی دل میں نیت اور عمل کے ساتھ تصدیق کی جائے۔

حدیث بالا کے باقی الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ زبان کے ساتھ (رٹے رٹائے) الفاظ کہنے کو نیت نہیں کہتے۔

”فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله ومن كانت هجرته إلى دنیا یصیبها أو امرأة ینکحها فهجرته إلى ما هاجر إليه“ پس جس نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہجرت کی تو

اس کی ہجرت اللہ اور رسول کے لئے (ہی) ہوگی۔ اور جس نے دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ”ہجرت“ کی تو اس کی ”ہجرت“ اسی مقصد کے لئے ہوگی (نہ کہ اللہ و رسول کے لئے) نکاح یا حصول دنیا مثلاً خرید و فروخت، تجارت کے لئے اپنا گھر یا چھوڑے تو اس پر زبان سے نیت کرنا لازم ہے۔ (بلکہ) ایسے شخص کی نیت اس کے طرز عمل سے معلوم ہوتی ہے۔ اگر وہ شخص ان چیزوں میں زبان سے نیت کرنا شروع کر دے تو عقل مند لوگ اسے پاگل اور مضبوط الحواس قرار دیں گے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ عبادات میں اصل حرمت ہے (یعنی کوئی عبادت بغیر شرعی دلیل کے جائز نہیں بلکہ حرام ہے) اللہ آپ کو اور مجھے اتباع سنت پر قائم رکھے۔ بغیر کسی صحیح شرعی دلیل کے عبادات میں یہ حرمت، جواز نہیں بنتی۔ زبان سے نیت کرنے والا شخص اگر اسے عبادت نہیں سمجھتا تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اسے عبادت سے منسلک کر دے۔ اور اگر وہ یہ (رٹے رٹائے) الفاظ بطور عبادت کہتا ہے تو اس پر یہ لازم ہے کہ اس فعل کے جواز پر شرعی دلیل پیش کرے حالانکہ اس کے پاس اس فعل پر سرے سے کوئی دلیل ہے ہی نہیں!

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”نبی ﷺ، وضو کے شروع میں: میں نیت کرتا ہوں رفعِ حدث کی یا نماز پڑھنے کی، وغیرہ الفاظ قطعاً نہیں کہتے تھے۔ اور نہ آپ کے صحابہ کرام سے یہ بات ثابت ہے۔ اس سلسلہ میں ایک حرف بھی مروی نہیں۔ نہ صحیح سند سے اور نہ ضعیف سند سے“ (زاد المعاد ۱/۱۹۶)

اس بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے علماء کے اقوال تفصیل سے ذکر کئے ہیں: ”علم کے ساتھ نیت انتہائی آسان ہے۔ یہ وسوسوں، (نوساختہ) بندشوں اور (نام نہاد) زنجیروں کی محتاج نہیں۔ اسی لئے بعض علماء کہتے ہیں کہ: آدمی کو وسوسہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ فاجر العقل یا شریعت کے بارے میں جاہل ہوتا ہے۔ لوگوں نے اس بات کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا زبان سے نیت کرنا مستحب ہے؟ (امام) ابو حنیفہ، شافعی اور احمد کے ساتھیوں میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ ایسا کرنا مستحب ہے کیونکہ اس طرح بات زیادہ نکھر جاتی ہے۔

(امام) مالک اور احمد کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ کا یہ کہنا ہے کہ: ایسا کرنا مستحب نہیں ہے بلکہ نیت کے لئے زبان کے ساتھ تلفظ کرنا بدعت ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ، آپ کے صحابہ کرام اور تابعین سے، نماز، وضو یا روزوں میں یہ تلفظ (قطعاً) ثابت نہیں ہے۔ علماء یہ کہتے ہیں کہ کسی فعل کے بارے میں علم کے ساتھ ہی نیت حاصل ہو جاتی ہے۔ لہذا زبان کے ساتھ رٹے رٹائے الفاظ پڑھنا، ہوس پرستی، فضول اور ہڈیاں ہے۔

نیت انسان کے دل میں ہوتی ہے۔ (زبان کے ساتھ نیت کرنے والا) یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نیت کا تعلق دل سے نہیں لہذا وہ اپنی زبان سے نیت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور (یہ ظاہر ہے کہ) حاصل شدہ چیز کے حصول کی ہوس تحصیل حاصل کے زمرہ میں آتی ہے۔ اس غلط عقیدہ مذکورہ کی وجہ سے بہت سے لوگ ان وسوسوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

(مجموع الفتاویٰ ۱۸/۲۶۳، ۲۶۴)

امام ابن رجب الحسبلی رحمہ اللہ اپنی کتاب جامع العلوم والحکم (ص ۴۰) میں فرماتے ہیں: ”ان مسائل میں کوئی خاص حوالہ، ہم نہ سابقہ صالحین سے پاتے ہیں اور نہ کسی امام سے۔“

ان سطور کے تحریر کرنے کے بعد مجھے گمراہ بدعتیوں کے ایک (سردار اور) سقاف اردن کے بارے میں معلوم ہوا کہ یہ خبیث شخص اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی اُس حدیث سے نیت کے تلفظ پر استدلال کرتا ہے جس میں آیا ہے کہ: جب نبی ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کھانے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: کوئی کھانا موجود نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا: تو میں روزہ رکھتا ہوں۔ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب جواز صوم النافلۃ بدیۃ من النہار قبل الزوال ح ۱۱۵۴)

سقاف نے آپ ﷺ کے (ایام حج میں) اس قول سے بھی استدلال کیا ہے جس میں آپ کہہ رہے تھے: ”لبیک بعمرة وحج“ اے اللہ میں حج اور عمرہ کے ساتھ لبیک کہہ رہا ہوں۔ (صحیح مسلم کتاب الحج باب اہلال النبی ﷺ وھدیہ ح ۱۲۵۱)

حالانکہ یہ استدلال مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے نیت کے تلفظ پر استدلال غلط ہے کیونکہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے اپنے حال (اور کیفیت) کی خبر دی ہے نہ کہ نیت کی۔ اگر آپ لفظی نیت کرتے تو اس طرح کہتے کہ ”میں روزے کی نیت کرتا ہوں“ یا اس کے مشابہ کوئی بات فرماتے۔ تلبیہ کے وقت آپ کا ”لبیک بعمرة وحج“ (صحیح مسلم کتاب الحج باب اہلال النبی ﷺ وھدیہ ح ۱۲۵۱) کہنا بھی لفظی نیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ ورنہ آپ یوں کہتے کہ ”میں عمرہ اور حج کا ارادہ کرتا ہوں“ یا ”میں حج اور عمرہ کی نیت کرتا ہوں“ ان الفاظ کا تعلق اس سنت نبوی سے ہے جو تلبیہ (لبیک کہنے) سے ہے (نہ کہ لفظی نیت سے) حج اور عمرہ میں لفظی نیت کے بری (اور مذموم) بدعت ہونے پر دلیل حافظ ابن رجب کا وہ قول بھی ہے جو انہوں نے ”جامع العلوم“ (ص ۲۰) میں لکھا ہے:

”ابن عمر سے یہ صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو احرام کے وقت یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”میں حج اور عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں“ تو انہوں نے (ناراض ہو کر) اس سے کہا: کیا تو لوگوں کو (اپنی نیت و ارادہ کے بارے میں) بتانا چاہتا ہے (کہ تو نیکی کا بڑا کام کر رہا ہے)؟ کیا اللہ تعالیٰ تیرے دل کے بھیدوں سے واقف نہیں ہے؟“ [اس قول کی سند معلوم نہیں ہے!!۔]

یہ (قول) اس بات کی دلیل ہے کہ زبان کے ساتھ نیت کرنا مطلقاً مستحب نہیں ہے۔ بلکہ یہ اصلاً جائز بھی نہیں ہے۔ واللہ الموفق

وضو کرنے کے دوران میں بدعات

(ان) میں سے یہ بھی ہے کہ بعض لوگ ہر عضو دھونے پر لمبی لمبی دعائیں پڑھتے ہیں۔
لوگوں کو اس عمل سے ڈرانے، اس کو انتہائی کمزور اور من گھڑت ثابت کرنے کے لئے میں اس (روایت) کے الفاظ (بھی) ذکر کر رہا ہوں۔

من گھڑت سند کے ساتھ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:
میں رسول اللہ ﷺ کے پاس داخل ہوا۔ آپ کے سامنے پانی کا برتن تھا۔ آپ نے فرمایا:
”یا انس! اذن منی أعلمک مقادیر الوضوء“ اے انس، میرے قریب ہو جاؤ میں تمہیں وضو کی مقداریں
(درجے یعنی دعائیں) سکھاؤں، میں آپ ﷺ کے قریب ہو گیا۔
آپ نے جب ہاتھ دھوئے تو فرمایا: ”بسم الله والحمد لله، لاحول ولا قوة الا بالله“
جب استنجا کیا تو فرمایا: ”اللهم حصن لی فرجی، ویسر لی امری“
جب کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا تو کہا: ”اللهم لقنی حجتی ولا تحرمنی رائحة الجنة“
جب اپنا چہرہ دھویا تو فرمایا: ”اللهم بیض وجهی یوم تبیض الوجوه“
جب کہنوں تک ہاتھ دھولے تو کہا: ”اللهم اعطنی کتابی بيمينی“
جب سر کا مسح کیا تو فرمایا: ”اللهم تغشنا بر حمتک و جنبنا عذابک“
جب اپنے دونوں پاؤں دھوئے تو کہا: ”اللهم ثبت قدمی یوم تنزل فیہ الاقدام“
پھر نبی ﷺ نے فرمایا:

”اے انس! اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ جو آدمی بھی وضو کے دوران یہ دعائیں
پڑھتا ہے تو اس کی (ہاتھ پاؤں کی) انگلیوں سے جتنے قطرے گرتے ہیں ان کے بدلے اللہ تعالیٰ اتنے فرشتے پیدا کر
دیتا ہے۔ ہر فرشتہ ستر زبانوں کے ساتھ اللہ کی تسبیح بیان کرتا رہتا ہے۔ اسے اس (بے شمار) تسبیح کا ثواب قیامت کے
دن ملے گا“

میں کہتا ہوں یہ حدیث جھوٹی اور من گھڑت ہے جسے رسول اللہ ﷺ سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ فن حدیث کے ماہر علماء
نے اس حدیث کا انکار کیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے امام ابن الصلاح سے نقل کیا کہ ”اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے“ (التلخیص الحیر ۱/۱۱۰)
امام نووی نے کہا: ”اس کی کوئی اصل نہیں ہے“ (المجموع شرح المہذب ۱/۲۸۹)

انہوں نے اپنی دوسری کتاب ”الاذکار“ (ص ۵۷) میں فرمایا:

”اعضائے وضو پر دعا کے بارے میں نبی ﷺ سے کوئی (ثابت و باسند) حدیث نہیں آئی ہے۔“

شیخ الاسلام ابن القیم نے ”المنار المہیف“ (ص ۱۲۰) میں کہا:

”اعضائے وضو پر ذکر (اور دعاؤں) والی تمام احادیث باطل ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی ثابت نہیں ہے۔“

اور مزید کہا:

”وضو کے دوران اذکار (اور دعاؤں) والی ہر حدیث جھوٹی اور من گھڑت ہے۔ ان میں سے کوئی بات بھی اللہ کے

رسول ﷺ نے نہیں فرمائی۔ اور نہ اپنی امت کو اس کی تعلیم دی ہے۔“ (زاد المعاد ۱/۱۹۵)

میں یہ کہتا ہوں کہ وضو کے بارے میں سنت یہ ہے کہ شروع میں ”بسم اللہ“ پڑھی جائے۔ (صحیح، سنن النسائی، الطہارۃ باب التسمیۃ عند الوضوء ج ۸، ۷، جس حدیث میں آیا ہے کہ بسم اللہ کے بغیر وضو نہیں ہوتا وہ بھی بلحاظ سند حسن لذاتہ ہے دیکھئے تھیل الحاجۃ فی تخریج سنن ابن ماجہ: ج ۳۹۷ مترجم) اور اس کے اختتام پر نبی ﷺ سے ثابت شدہ ذکر:

”أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله“ پڑھیں۔ (صحیح مسلم، الطہارۃ باب الذكر المختب عقب الوضوء ج ۲۳۴)

وضو کی بدعات میں سے بعض لوگوں کا قول ”زمزم“ بھی ہے۔

بعض لوگ لفظ ”زمزم“ شروع وضو یا آخر میں پڑھتے ہیں۔ یہ عوام کی ان بدعات میں سے ہے جس کے بارے میں نہ صحیح حدیث مروی ہے اور نہ ضعیف، نہ کسی صحابی کے فعل سے اس کی تائید ہوتی ہے اور نہ کسی تابعی کے قول سے۔ اور نہ کسی قابل ذکر عالم یا مستند امام نے اس کے بارے میں اشارہ کیا ہے۔ (باقی آئندہ، ان شاء اللہ)

تویہ حسین شاہ ہزاروی

نذرات الذهب

امام الحاکم بن عتیہ رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۵ھ) فرماتے ہیں کہ:

”لَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ خَلْقِ اللَّهِ إِلَّا يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيَتْرُكُ إِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وای وروجی) کے علاوہ اللہ کی مخلوق میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس کی بات لی اور چھوڑی نہ جاسکتی ہو۔ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی (ایسی بابرکت اور پاکیزہ) شخصیت ہیں جن کی ہر بات لی جائے گی۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ۹۱/۲، دوسرا نسخہ ۱۱۲/۲، تیسرا نسخہ ۸۱/۲ اور اسنادہ حسن لذاتہ)

امام الانعم الحافظ الکبیر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری (المتوفی ۳۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

”لَيْسَ لِأَحَدٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلٌ إِذَا صَحَّ الْخَبَرُ عَنْهُ“

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث آجائے گی اس کے مقابلے میں کسی بھی شخص کی کوئی بات قابل التفات واتباع نہیں ہوگی۔ (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم النیسابوری ص ۸۴، دوسرا نسخہ ص ۲۸۶ ج ۲: ۱۹۰ اور اسنادہ صحیح)

☆ امام شافعی رحمہ اللہ نے نبی ﷺ کی ایک حدیث بیان کی تو ایک آدمی نے پوچھا: کیا آپ اس حدیث پر عمل کرتے ہیں؟ امام شافعی رحمہ اللہ نے (تعجب کرتے ہوئے) فرمایا:

سبحان اللہ! میں رسول اللہ ﷺ سے ایک (صحیح) حدیث بیان کروں اور اس پر عمل نہ کروں؟ اگر کسی وقت مجھے رسول اللہ ﷺ کی (صحیح) حدیث معلوم ہو جائے اور میں اس پر عمل نہ کروں تو سب گواہ رہوں کہ (اس وقت) میری عقل ختم ہو چکی ہوگی (آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم ص ۵۰ وسندہ صحیح)

یعنی امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح (وغیر معارض) حدیث پر عمل نہ کرنے والا شخص یا گل ہے۔

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے محبت

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾ اللہ رضی ہو گیا مومنین سے جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں میں جو ہے اُسے اللہ خوب جانتا ہے، پس اُس نے اُن پر سکون نازل فرمایا اور فتح قریب عطا فرمائی (الفتح: ۱۸) اس آیت کریمہ میں مومنین سے مراد وہ چودہ پندرہ سو (۱۵۰۰/۱۴۰۰) صحابہ کرام ہیں جنہوں نے حدیبیہ کے مقام پر درخت کے نیچے، نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت رضوان فرمائی تھی۔

ان صحابہ کرام میں سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا علی، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر، سیدنا عبدالرحمن بن عوف، سیدنا سعد بن ابی وقاص، سیدنا سعید بن زید اور سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

بیعت رضوان کے موقع پر کفار مکہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا تھا تو نبی کریم ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کے بارے میں فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ اور پھر اسے اپنے بائیں ہاتھ پر مار کر فرمایا: یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے [صحیح البخاری: ۳۶۹۹ والحدیث: ۱۶ ص ۷۷] معلوم ہوا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بھی بیعت رضوان میں شامل ہیں۔

بیعت رضوان کرنے والوں سے مخاطب ہو کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”أَنْتُمْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ“ زمین میں تم سب سے بہتر لوگ ہو۔ [صحیح البخاری: ۴۱۵۴ صحیح مسلم: ۱۸۵۶/۷۱ وترقیم دارالسلام: ۴۸۱۱]

سیدنا جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ“ بیعت رضوان کرنے والوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ [سنن الترمذی: ۳۸۶۰ وقال: ”هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ“ وسندہ صحیح وأصلہ فی صحیح مسلم: ۲۴۹۵]

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ التیمی، ابو محمد المکی رضی اللہ عنہ کو بیعت رضوان کے علاوہ اور بہت سی خاص فضیلتیں حاصل ہیں۔

نبی ﷺ نے اپنی مبارک زبان سے انہیں جنت کی خوش خبری دی ہے۔ [سنن الترمذی: ۳۷۷۷ وسندہ صحیح، الحدیث: ۱۹ ص ۵۶]

آپ سے اڑتیس (۳۸) کے قریب احادیث مروی ہیں جن میں دو صحیح بخاری میں اور تین صحیح مسلم میں موجود ہیں۔

آپ سابقین اولین میں سے ہیں پھر مہاجرین کی مقدس جماعت میں شمولیت کا شرف حاصل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے غزوہ اُحد کے دن فرمایا: ”أَوْجِبَ طَلْحَةَ“ طلحہ کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

[مسند ابی یعلیٰ ۳۳۲ ح ۶۷۰ وسندہ حسن، والترمذی: ۱۶۹۲، ۳۷۷۷ وقال: ”هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ“ إلخ وصحہ الحکم ۳۷۷۷ ووافقه الذہبی]

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿مَنْ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ ۖ ﴿٢٣﴾ پہلے مومنوں میں سے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ سچ کر دکھایا، اُن میں سے بعض کی زندگی کے دن پورے ہو گئے اور بعض (آنے والے وقت کے) منتظر ہیں۔ (سورۃ الاحزاب: ۲۳)

نبی ﷺ نے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو ”زندگی کے دن پورے ہو گئے“ میں ذکر فرمایا ہے۔

[سنن الترمذی: ۳۲۰۳ وسندہ حسن وقال الترمذی: ”هذا حديث حسن غريب“، إلخ]

غزوہ اُحد کے دن نبی ﷺ کا دفاع کرتے کرتے طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔ [صحیح البخاری: ۴۰۶۳]

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ جب جمل کے موقع پر تریٹھ (۶۳) سال کی عمر میں چھتیس (۶۶) ہجری کو شہید ہوئے۔

[تقریب التہذیب: ۳۰۲۷]

آپ کو مروان بن الحکم الاموی نے گھٹنے پر تیر مارا تھا (جس سے) آپ شہید ہو گئے [طبقات ابن سعد ۳/۲۲۳ وسندہ صحیح]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”انسی لأرجو أن أكون أنا وطلحة والزبير ممن قال الله ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍ﴾ مجھے یہ پوری اُمید ہے کہ میں، طلحہ اور زبیر (بن العوام) ان لوگوں میں ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان کے دلوں میں جو رنجش ہوگی ہم اسے نکال دیں گے [وہ آمنے سامنے تختوں پر بھائیوں کی طرح (بیٹھے) ہوں گے] (سورۃ الحجر: ۴۷) اسے امام ابن ابی شیبہ نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

[المصنف ۱۵/۲۸۱، ۲۸۲ ح ۳۷۸۱۰ نیز دیکھئے طبقات ابن سعد ۳/۲۲۵ وسندہ حسن]

جنگ جمل کے موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”واللّٰہ ما أرى بعد هذا خيراً“ اللہ کی قسم، میرے خیال میں اب اس کے بعد کوئی خیر نہیں ہے [مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵/۲۸۱ ح ۳۷۸۱۰ وسندہ صحیح]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”لعن الله قتلة عثمان في السهل والجبل والبر والبحر“ عثمان (رضی اللہ عنہ) کو قتل (شہید) کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو، میدان میں، پہاڑ میں، خشکی میں اور سمندر میں۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵/۲۶۸ ح ۳۷۸۲ وسندہ صحیح، سالم بن ابی الجعد بری من التذلیس: الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین ۲/۲۸]

بعض روافض اصحاب جمل کی تکفیر کرتے ہیں، اُن کی تردید میں ابو جعفر الباقر محمد بن علی بن الحسین رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: ”لم یکفر اهل الجمل“ اصحاب جمل (جنہوں نے باہمی جنگ لڑی) نے کفر نہیں کیا۔

[مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵/۲۵۸ ح ۳۷۸۵ وسندہ صحیح] ایک روایت کا خلاصہ ہے کہ نبی ﷺ نے سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو شہید کہا۔ [دیکھئے صحیح مسلم: ۵۰/۲۴۱۷ و أضواء المصابیح: ۶۱۰۸]

آخر میں سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک سنہری قول پیش خدمت ہے، فرماتے ہیں:

”أقل العيب على المرء أن يجلس في داره“ آدمی اگر اپنے عیوب کم کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے [مسند مسد کما فی المطالب العالیہ: ۲۸۱۴ وقال ابن حجر: ”صحیح موقوف“ و کتاب الزہد لابن المبارک، روایۃ نعیم بن حماد الصدوق: ۱۲، والزہد لکبج: ۲۵۴ والزہد لابن داود: ۱۱۷، ۱۱۸ والزہد لابن ابی عاصم: ۸۱ والعزلیۃ للخطابی: ۲۳ وسندہ صحیح]

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہے۔ (والحمیر للہ)